تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

فطرت کا سرودِ ازلی

قرآن وحدیث اسلام کی طاقت کا اصلی سرچشمہ ہیں جن سے ہمیشہ طاقت اور روشنی حاصل کی جاسکتی ہے اور جن کے ذریعے ہر زمانہ میں مسلمانوں کے کمزور سے کمزور ڈھانچہ میں روح پھونکی جاسکتی ہے، شرک وکفر و بدعت وغفلت کے خلاف بے کارگر حربہ، قرآن وحدیث کا علم اور ان کی اشاعت ہے، ان کا صحیح علم اور ان کی روشنی جس قدر پھیلتی جائے گی، کفر وجہالت کی تاریکیاں دور ہوتی جائیں گی اس لئے ہزار تبلیغوں کی ایک تبلیغ ان کی نشر واشاعت ہے۔

انبیاء کرام کی بڑی خصوصیت ان کی ہم آہنگی اور یک آہنگی ہے یعنی وہ سب ایک بات کہتے ہیں اور ایک ہی بات کہتے رہتے ہیں، وہ کیا؟

"یَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ" (ہود ع ۸) اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو تمہارا معبود اس کے سوا کوئی نہیں۔

ان کے جانشینوں کی بھی یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی تمام کوششوں اور ان کی زندگی کے متنوع مشاغل کا ہدف بھی ایک ہوتا ہے وہ "دعوت الی اللہ" ہے، درس وتدریس، وعظ وتقریر، تبلیغ وتذکیر، تصنیف وتالیف، سلوک وتصوف، بیعت وارشاد، سب سے، غرض خلق خدا کو اللہ کی طرف بلانا، اللہ سے ملانا، اور اللہ ہی کا بنانا ہوتا ہے، ان کے مشاغل متنوع، اور مختلف ہو سکتے ہیں، مگر سب کا مرکز اور مقصد ایک ہوتا ہے، وہ سب کچھ کہتے ہیں مگر درحقیقت ایک ہی بات کہتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں ؎

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب وروز
آہنگ میں یکتا صفتِ سورۂ رحمٰن

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

از: دین حق اور علماء ربانی شرک وبدعت کے خلاف کیسے

۱۰ مئی ۱۹۹۹ء | سالانہ ۱۳۰ روپے | فی شمارہ ۶ روپے

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs 6

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

IZHAR AHMAD & SONS
Perfumers
CHOWK, LUCKNOW-3

SHOP. 255257
RES. 268898

خط و کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

چشمہ ساگر

چاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔

AUTO REFRCCTO METER AR.8 60

فوٹو گرافک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس فینسی بارڈر دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر نجاری مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

مئو کا بنا

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یوپی)

تعمیر حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ — لکھنؤ

تعمیر حیات

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۶ — شمارہ نمبر ۱۳

۱۰ مئی ۱۹۹۹ء — مطابق — ۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

زیر نگرانی

مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء)

مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس صاحب ندوی
(معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء)

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)

پروفیسر وصی احمد صدیقی (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مجلس ادارت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمد خالد ندوی

مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰/- روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

زر تعاون

سالانہ — ۱۳۰/- روپے
فی شمارہ — ۶/- روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک — ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک — ۳۰ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک — بحری ڈاک جملہ ۱۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

مینیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱ یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (بیعانہ سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پرچہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے (مینیجر)

پرنٹر وپبلشر طاہر حسین نے پارکو آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم وتربیت میں

افراد کے فرق ومزاج کا خیال فرماتے تھے

تحریر: شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ — ترجمہ: شمس الحق ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ومتعلم اور سوال کرنے والے کے انفرادی فرق کا بہت خیال فرماتے تھے، چنانچہ ہر شخص کو اس کے فہم ومرتبہ کے لحاظ سے، مخاطب فرماتے تھے، جو لوگ نئے اور مبتدی ہوتے تھے، ایسے لوگوں کو وہ باتیں نہیں بتاتے تھے جو منتہی لوگوں کو بتائی جاتی ہیں، اور سائل کے سوال کے جواب میں وہی بات بتاتے تھے جو اس کے لئے ضروری ہو۔

امام بخاریؒ نے کتاب العلم۔ باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراھیۃ أن لا یفھموا۔ میں اور امام مسلم نے کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے یہ ترجمہ کتاب میں لفظ دونوں ہی کے لئے گئے ہیں

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے جو آپ کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تین مرتبہ فرمایا معاذ! اور تینوں مرتبہ حضرت معاذؓ نے عرض کیا اللہ کے رسولؐ حاضر ہوں، فرمائیں! آپ نے فرمایا جو بندہ بھی دل سے کلمہ شہادت یعنی (أشھد أن لا إلٰہ إلا اللہ وأن محمدا عبدہ ورسولہ) پڑھے گا اللہ تعالیٰ آگ (یعنی جہنم) کو اس پر حرام فرمادے گا، یہ سنکر حضرت معاذؓ نے عرض کیا اللہ کے رسولؐ! کیا میں لوگوں کو یہ بات بتا نہ دوں کہ وہ خوش ہوں، آپؐ نے فرمایا نہیں! ایسا کروگے تو (کم سمجھ) لوگ اسی پر بھروسہ کرلیں گے جس سے عمل میں کوتاہی کریں گے، حالانکہ اس کلمہ کے پڑھنے کا مطلب اس کے تقاضہ کو پورا کرنا بھی ہے لیکن آخر عمر میں علم چھپانے کے گناہ کے ڈر سے یہ حدیث بیان کردی۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ علم کی جن چیزوں میں باریکی اور گہرائی ہو انھیں ہر کس وناکس کو نہیں بتانا چاہئے اس لئے کہ وہ اپنی ناسمجھی سے عمل میں کوتاہی کریں گے اور ظاہر لفظ پر بھروسہ کرلیں گے۔

حافظ ابن رجب نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت معاذؓ کو آپؐ کا لوگوں سے اس حدیث کو بیان کرنے سے منع کرنا اس بات کو بھی واضح کردیتا ہے کہ عوام کے سامنے رخصت کی حدیثیں بیان کرنے میں احتیاط کرنی چاہئے کہ وہ اس کے مقصد کو سمجھ نہ پائیں گے، حضرت معاذؓ نے یہ حدیث سنی تو عمل میں اور زیادہ کوشش کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت اور زیادہ بڑھ گیا، لیکن جو شخص ان کے مرتبہ کا نہ ہو، اس کے بارے میں اطمینان نہیں کیا جاسکتا وہ ظاہر لفظ کو سامنے رکھ کر عمل میں کوتاہی کرے گا۔

صحابہ کرامؓ کا اسی پر عمل رہا، چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کے اسی باب میں جس کا اوپر ذکر ہوا اور اس کی روایت بیان ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: لوگوں سے ایسی باتیں کہو جن کو وہ سمجھ سکیں، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ (تمہارے طرز کلام سے) اللہ اور اس کے رسولؐ کو جھٹلا دیا جائے۔

اس حدیث کی روشنی میں امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرمایا کہ استاذ کا یہ فرض ہے کہ طالب علم کی سمجھ کے مطابق اس کو علم سکھائے، ایسی باتیں نہ بتائے جو اس کی سمجھ سے بلند ہوں کہ اس کے نتیجہ میں وہ علم سے دور بھاگے اور اس کی عقل کام نہ کرے۔

اسی طرح سے عالم کو بھی ہر وہ چیز جو وہ جانتا ہے سب کے سامنے نہیں بیان کرنا چاہئے، یہ تو اس دقت ہے کہ جب وہ سمجھتا ہو اور فائدہ نہ اٹھا سکتا ہو، تو جو سرے سے سمجھ ہی نہ سکتا ہو اس کے سامنے بیان کرنا کتنا غیر معقول ہوگا، ایسے ہی عوام کے سامنے دقیق اور علمی مضامین نہیں بیان کرنا چاہئے، بلکہ ان کے سامنے عام وضروری باتیں مثلاً عبادات، امانت داری، کاروباری چیزیں جو ان کی سطح کی ہوں اور ضروری بھی ہوں بیان کرنا چاہئے، اسی طرح سے ان کے سامنے جنت کا شوق، جہنم کا خوف پیدا کرنے والی باتیں بیان کرنا چاہئے، جیسا کہ خود قرآن کریم میں اس کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک روایت نقل کی ہے فرمایا "ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نوجوان آیا اور آپؐ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کو بوسہ لے سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں!

کچھ دیر کے بعد ایک بوڑھا شخص آیا اس نے بھی یہی سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا میں روزہ کی حالت میں بوسہ لے سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، یہ سنکر ہم لوگ حیرت سے ایک دوسرے

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

اِس شمارے میں

۱	درس حدیث	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	۲
۲	گرمی وسرگرمی (اداریہ)	ع۔ع۔ن	۵
۳	دین ودنیا کی کشمکش	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	آہ حضرت مولانا عبدالعلیم صاحبؒ	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۹
۵	کوسوو کے مسلمانوں پر.....	مولانا ندرالحفیظ ندوی	۱۰
۶	اللہ دیکھ رہا ہے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۱۳
۷	احسن القصص	مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب	۱۵
۸	امت اسلامیہ کی خصوصیت	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۷
۹	فضل الٰہی	محمد اسامہ کاندھلوی	۲۰
۱۰	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۳
۱۱	حضرت مولانا کی علالت وصحتیابی	سید محمود حسن ندوی	۲۴
۱۲	سوال وجواب	مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۳۰
۱۳	ناپ تول میں کمی زیادتی	مفتی محمد شفیعؒ	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)	مدینہ منورہ
Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.	برطانیہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging, (S. Africa)	ساؤتھ افریقہ
Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR	قطر
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.)	دبئی
Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)	پاکستان
Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)	امریکہ

اداریہ

گرمی وسرگرمی

ہندوستان میں اس سال موسم کی گرمی اور سیاست کی سرگرمی دونوں اپنے وقت سے پہلے اور پوری شدت کے ساتھ شروع ہوگئی، اپریل کے آخری تاریخوں میں گرمی کا درجہ حرارت اتنا بڑھ گیا جو مئی کے آخر یا جون کے وسط میں بڑھا کرتا تھا، اور سیاسی دنیا میں کرسی واقتدار کی چھینا جھپٹی صرف تیرہ ماہ کے بعد شروع ہوگئی حالانکہ اس کو ابھی چار سال کے بعد آنا تھا۔

موسم کی شدت سے نمٹنے کے لئے خوشحال اور متوسط الحال ہر ایک کے پاس کچھ نہ کچھ انتظام ہے، بہت ہی مفلوک الحال بھی کہیں نہ کہیں سایۂ دیوار ڈھونڈ ہی لیتے ہیں، کچھ مرتے بھی ہیں، مگر ایک گرمی پر کیا موقوف، سردیوں میں بھی اکڑ کر کچھ لوگ مرجایا کرتے ہیں، برسات کے موسم میں سیلاب بھی کہیں کہیں آہی جاتا ہے، جان ومال کی تباہی ہر زمانے میں ہوتی رہتی ہے، مگر اقتدار وکرسی کے لئے جو لوگ اپنے دست وبازو اور جمہوریوں کی طاقت پر میدان میں آنے کے لئے پر تول رہے ہیں، ان کے دلوں میں جو آگ سلگ رہی ہے اس کا اندازہ ہر شخص نہیں کرسکتا، وہ ایسی گرمی ہے جو دماغ کو پگھلاتی اور اعصاب کو تپاتی ہے، دنیا میں "نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ" (اللہ کی لگائی ہوئی آگ جو دلوں کی طرف چڑھ رہی ہے) کا نمونہ دیکھنا ہو تو ان لیڈروں یا مشتاقان لیڈری کی طرف نظر ڈالئے، آج ان کی دوڑ بھاگ دیکھئے، کوئی اس پارٹی کو چھوڑ رہا ہے، کوئی اس مورچے کو توڑ رہا ہے، کوئی دائیں بازو سے بھاگ کر بائیں جانب مڑ رہا ہے، کہیں سابقہ دشمنوں سے تال میل ہو رہی ہے، کوئی دوستوں سے بلیک میل کر رہا ہے، نظریات تبدیل ہو رہے ہیں، اصولوں کا سودا ہو رہا ہے، نئے نئے ایجاد ہو رہے ہیں پرانی وفاداریوں پر پانی پھیرا جا رہا ہے۔

یہ پارلیامنٹ جو ابھی تحلیل ہوئی ہے اس میں ایک تعداد ایسے ممبروں کی بھی تھی جو پہلی بار جیت کر آئے تھے ان کے اعصاب کا درجہ حرارت کتنا بڑھا ہوا ہے وہ ان کے دل ہی جانتے ہوں گے، سب کچھ لٹا کر آئے تھے، ایک سال میں تو ان کا راس المال بھی واپس نہیں ملا تھا کہ ان کی دوکان ہی الٹ گئی، اب ان کو کسی پارٹی کے سائے کی ضرورت ہے، ان کو خطرہ ہے کہ جس کو ظلِ ھمایونی سمجھ رہے ہیں وہ "ظِلٍّ مِّن يَّحْمُوم" (سیاہ دھوئیں کا سایہ) نہ ثابت ہو، جو وزارتوں اور اونچی کرسیوں سے گرے ہیں ان کے خطروں اور اندیشوں کا کیا کہنا اگر کسی بڑی پارٹی نے ٹکٹ نہیں دیا، کسی دل نے سہارا نہ دیا، تو نہیں معلوم کس دلدل میں جا گریں گے، ایک بے چینی، اضطراب، اور اندرونی تپش میں سب مبتلا ہیں، جسم کو جھلسانے والی گرمی اور موسم کی تپش کو سب دیکھ رہے ہیں، مگر اقتدار طلبی کی آگ میں جھلسنے والوں کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، دیکھنے میں سب آسودہ حال، اندر سے سب بے حال ہے

جاں لاغر وتن فربہ وملبوس بدن زیب
دل نزع کی حالت میں خرد بختہ وچالاک

جمہوریت کے نام پر انسانی حقوق کی پامالی صرف اس ملک میں نہیں بلکہ ہر ملک میں ہو رہی ہے الکشنوں کی حیثیت ایک ڈرامے سے زیادہ نہیں ہے، عوام کی محنت کی کمائی بے دردی کے ساتھ لوٹی جاتی ہے، اس کھیل میں سب سے زیادہ مظلوم عوام ہی ہوتے ہیں اقتدار کی ہوس میں کوئی کسی سے پیچھے نہیں ہے کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے مشرقی ممالک کے جتنے سیاسی قائد ہیں یا جن کو حکمرانی مل چکی ہے یا جو اس کے متوقع ہیں سب شطرنج کی بساط کے مہرے ہیں، حکیم مشرق علامہ اقبالؒ نے مشرقی حکمرانوں پر طنز نہیں کیا بلکہ حقیقت بیان کی تھی۔

اس کھیل میں تعیین مراتب ہے ضروری
شاطر کی عنایت سے تو فرزیں، میں پیادہ
بے چارہ پیادہ تو ہے اک مہرۂ ناچیز
فرزیں سے بھی پوشیدہ ہے شاطر کا ارادہ

ادارتی نوٹ

الحمدللہ حضرت مولانا دامت برکاتہم کی صحت شفا اور عافیت کی طرف مائل ہے، اصل مرض کا تقریباً ازالہ ہو چکا ہے، مگر کمزوری باقی ہے، کھانے کی اشتہا بہت کم ہے، اس وجہ سے رفتار صحت سست ہے، پھر بھی بہت سے کام لے رہے ہیں، ۲ر اپریل کی شام کو آپ نے ایک عزیز طالب علم مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی کا نکاح بھی پڑھایا اور معمول کے مطابق خطبۂ نکاح کا مفہوم بھی بیان فرمایا۔

عصر کے بعد مجلس بھی معمول کے مطابق جاری ہے مگر اٹھنے بیٹھنے میں سہارے کی ضرورت پڑتی ہے، احباب و مخلصین سے التماس ہے کہ وہ حضرت کے لئے دعائے صحت جاری رکھیں۔

حضرت مولانا دامت برکاتہم کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ان کے عقیدتمندوں، مریدین و مسترشدین اور دیگر شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے حضرات کے خطوط حضرت مولانا مدظلہ اور دارالعلوم کے ذمہ داروں اور دفتر تعمیر حیات کے نام برابر آرہے ہیں۔ جن کا فرداً فرداً جواب دینا بہت مشکل ہے۔ ہم ان سب حضرات کے شکرگذار ہیں۔ اور درخواست کرتے ہیں کہ آپ سب حضرت کے لئے شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ کی دعا کرتے رہیں۔

رسید کتب

● نام کتاب: سوانحی خاکے، مجھے یاد آنے والے
مصنف: محمد ثناء اللہ عمری، قیمت ۱۰۰ روپئے
ملنے کا پتہ ۲۴/۵۵/۲۱ فرنچ پیٹ، مچھلی پٹنم آندھرا۔ ۵۲۱۰۰۲، زیر نظر کتاب میں ہندوستان کے چند علماء، اداروں کے سربراہوں اہل قلم حضرات اور بزرگان دین کی سیرت و سوانح اور ان کے کارناموں کو بیان کیا گیا ہے

نعت و منقبت

حقیقت میں وہ دینِ سرورِ دیں کے تھے شیدائی

حفیظ محمود آگرہ

نہ ہوگا غم قیامت میں نہ ہوگی میری رسوائی
کہ ہے میری شفیع روز محشر سے شناسائی

گل و سبزہ سے یاں، واں چاند اور تاروں سے رعنائی
زمین و آسماں پر ان کے آنے سے بہار آئی

سکوں ملتا ہے مجھ کو آپ کے ذکر مبارک سے
مرے آقا کبھی جب مجھ کو دکھ دیتی ہے تنہائی

جو منصف ہیں وہ سب تعریف کرتے ہیں محمدؐ کی
مسلماں ہو کہ ہندو ہو وہ مسلک ہو یا ہو عیسائی

تمہاری ذات عالی کے سبھی ہیں معترف آقا
کہیں بھی رہنے والے ہوں وہ شہری ہوں کہ صحرائی

زہے قسمت لقب ان کو ملا صدیقؓ اکبر کا
صداقت حضرت صدیقؓ کی یہ رنگ لے آئی

امیر المومنیں تھے فاتح اعظم تھے عادل تھے
یہ لکھی ہے مورخ نے عمرؓ کی شان زیبائی

جناب حضرت عثماں غنیؓ تھے عاشق قرآں
تلاوت کر رہے تھے جب شہادت آپ نے پائی

"میں شہر علم ہوں لوگو علیؓ ہیں اس کا دروازہ"
رسول پاکؐ نے ہے یہ حدیث پاک فرمائی

جناب حضرت حسنینؓ پر ہوں جان و دل قرباں
حقیقت میں وہ دین سرور دیں کے تھے شیدائی

وہ سیف اللہ سپہ سالار اعظم حضرت خالدؓ
شکست فاش جن سے فوج باطل نے صدا کھائی

حفیظ اے کاش اب بیدار ہو امت محمدؐ کی
یہ غفلت میں پڑی ہے اور زمانہ ہے تماشائی

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کی
ایک شاہکار کتاب

دعوت فکر و عمل

ملک و ملت کے ہر بہی خواہ کو ایک آواز
مغرب زدہ سوسائٹی میں ہمہ گیر و مکمل انقلاب کی ضرورت ہے اور یہی انقلاب وہ پائدار اساس ہے
جس پر
اسلامی زندگی کا محل تعمیر کیا جا سکتا ہے
معیاری کتابت، عمدہ طباعت، خوبصورت سرورق، مجلد، صفحات ۲۳۱۔ قیمت ۷۰/- روپئے

ناشر:- مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ ندوۃ العلماء، لکھنؤ
ملنے کا پتہ: ندوی بک ڈپو دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

دین و دنیا کی کشمکش

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم

قدیم مذاہب اور خاص طور پر مسیحیت نے انسانی زندگی کو دو حصوں میں بانٹ رکھا تھا جس میں ایک دین کے لئے اور دوسرا دنیا کے لئے مخصوص تھا۔ اسی طرح اس کرۂ ارضی کو بھی دو کیمپوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک کیمپ دینی لوگوں کا تھا، اور دوسرا دنیا داروں کا تھا۔ اور یہ دونوں کیمپ صرف الگ ہی نہ تھے۔ بلکہ ان کے درمیان ایک بڑی خلیج حائل تھی۔ دونوں کے درمیان آہنی دیوار کھڑی تھی، اور دونوں میں پنجہ آزمائی اور رسہ کشی جاری تھی، ہر ایک کا یہ عقیدہ تھا کہ دین و دنیا کے درمیان ازلی دشمنی ہے، اس لئے اگر کوئی ایک سے تعلق رکھتا ہے تو اس کے لئے دوسرے سے قطع تعلق بلکہ اس کے خلاف جنگ لازمی ہے، کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق بیک وقت دو کشتیوں میں سوار نہیں ہو سکتے ہیں، اور معاشی جدوجہد اور خوشحالی دار آخرت اور خالق کائنات سے غفلت برتے بغیر نہیں حاصل کی جا سکتی۔ اسی طرح حکومت و سلطنت کو دینی و اخلاقی تعلیمات اور خوف خدا سے الگ رکھ کر ہی باقی رکھا جا سکتا ہے، اور دوسری طرف مذہبی زندگی رہبانیت اور دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کے بغیر نہیں گزاری جا سکتی۔

اس طریق فکر کا قدرتی نتیجہ!

یہ ایک معلوم اور طے شدہ بات ہے کہ انسان فطرتاً سہولت پسند واقع ہوا ہے، اور جو مذہب بھی مباح چیزوں سے استفادہ، ترقی اور عزت و قوت اور حکومت کے حصول کی اجازت نہیں دیتا وہ زیادہ تر نوع بشر کے لئے سازگار نہیں ہوتا۔ اور عقل سلیم سے کشمکش اور انسان کے فطری تقاضوں پر پابندی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں ذہنی و علمی صلاحیت کے مالک لوگوں کی بڑی تعداد نے دنیا کو دین پر ترجیح دی اور وہ اسے ایک معاشرتی ضرورت اور حقیقت واقعہ سمجھ کر مطمئن ہو گئے۔ اور اسی زندگی کی آراستگی و ترقی اور اس سے لطف اندوزی میں لگ گئے۔ اور دینی و روحانی ترقی کو نظر انداز کر دیا۔ اکثر لوگوں نے جنھوں نے دین کو ترک کیا انھوں نے دین و دنیا کے تضاد و تناقض کو مسلمہ حقیقت سمجھ کر کیا، اور دینی قیادت رکھنے والے طبقے نے کلیسا کے خلاف بغاوت کر دی جو دین کا نمائندہ تھا۔ اور اس نے اپنے کو تمام پابندیوں سے آزاد کر لیا۔ جس کے نتیجے میں منطقی طور پر حکومتیں بھی اس مست ہاتھی کی طرح ہو گئیں جو زنجیریں تڑا چکا ہو۔ یا اس اونٹ کی مانند جو بے مہار ہو چکا ہو۔ دین و دنیا کے درمیان اس بدترین جدائی اور "دیندار" دنیادار لوگوں کی اس غیر ضروری دشمنی نے الحاد و بے دینی کا دروازہ چوپٹ کھول دیا جس کا بھلا شکار یورپ اور اس کے بعد وہ ممالک ہوئے جو فکر و نظر اور علم و ثقافت کے میدان میں اس کے مقلد یا اس سے متاثر تھے۔

اس صورت حال کو مسیحی انتہا پسندوں نے اور ابتر کر دیا جو فطرت بشری کو روحانی تزکیہ اور قرب الٰہی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے اور جنھوں نے اسے گمراہ کرنے اور سخت ترین احکام اور ظالمانہ تعلیمات کے ذریعہ اسے سزا دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی لہٰذا انھوں نے دین کو ایسی وحشتناک اور نفرت انگیز شکل میں پیش کیا تھا جس سے اس کے ماننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

اس کے نتیجہ میں آخر کار دین کا حلقۂ اثر سمٹنے لگا، اور نفسانیت و ہوا پرستی (اپنے وسیع معنوں میں) اپنے عروج پر پہنچ گئی، اور دنیا دو متضاد پہلوؤں کے درمیان ڈولنے لگی پھر (دینی احساس کی کمزوری کے سبب) لادینیت اور عمومی اخلاقی انتشار کے عمیق گڑھے میں گر گئی[۲]۔

دین وحدت اور اس کی جامعیت!

یہ بعثت محمدیؐ کا بہترین تحفہ اور اس کا ایک بڑا احسان، اس کا یہ عالمگیر اعلان تھا کہ اعمال و اخلاق کی اساس کی دریافت ہی انسان کا مطلوب نصب العین ہے اور جیسے شریعت نے ایک مفصل و بسیط مگر وسیع و محیط لفظ "نیت" سے تعبیر کیا ہے۔ "إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى"[۳] اعمال کا دارومدار

---

[۱] تاریخ اخلاق یورپ جلد دوم (لیکی) (LECKY)
[۲] تفصیل کے لئے دیکھئے ڈریپر کی کتاب (CONFLICT BETWEEN RELIGION & SCIENCE)
[۳] بخاری۔ الجامع الصحیح۔ کتاب الوحی۔

نیت پر رہے۔ اور ہر شخص کو وہی ملے گا، جس کی اس نے نیت کی ہوگی) ہر وہ کام جو انسان اللہ کی مرضی کے لئے خلوص کے ساتھ، اور اس کے حکم کی بجا آوری کے خیال سے کرتا ہے، وہ اس کے لئے قرب الٰہی اور یقین کے اعلیٰ طبقات اور ایمان کے بلند درجات تک رسائی کا ذریعہ بنتا ہے، اور یہی وہ دین خالص ہے، جس میں کوئی دنیوی شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ اس میں ہر طرح کے کام داخل ہیں، مثلاً جہاد و قتال، حکومت و انتظام، دنیوی لذتوں سے استفادہ طبعی تقاضوں کی تکمیل، روزی کی طلب، جائز و مباح تفریحی اور عائلی و ازدواجی زندگی اور ہر عبادت اور دینی خدمت۔

اس کے برعکس یہی چیزیں اس وقت "دنیاداری" میں داخل ہو جاتی ہیں جب ان میں رضائے الٰہی کی اور اس کے حکموں کی پیروی کی نیت نہ شامل ہو، بلکہ اس کا مقصود غیر اللہ اور آن پر غفلت اور آخرت فراموشی کا پردہ پڑا ہوا ایسی حالت میں فرض نمازیں، ہجرت و جہاد، ذکر و تسبیح بھی دنیوی عمل بن جاتی ہیں، اور ان پر عمل کرنے والے آدمی اور عالم و مجاہد اور داعی کے لئے وہ بجائے ثواب کے وبال جان اور اس کے اور خدا کے درمیان حجاب بن جاتی ہیں۔

مسیحی یورپ میں دین و دنیا، اور ریاست و کلیسا کی کشمکش!

قرون وسطیٰ میں عیسائی دنیا ایک خونریز کشمکش میں مبتلا تھی ایک طرف کلیسا تھا، جو دین کا نمائندہ تھا۔ اور اس کی بنیاد "رہبانیت" پر تھی۔ دوسری طرف حکومت تھی، جو جاہ و جلال کا مظہر اور اس کا ذریعہ تھی، اس کے درمیان ایسی رسہ کشی ہوئی کہ بالآخر دین و سیاست الگ الگ ہو گئے جس کا نتیجہ سب کو معلوم ہے، اور دنیا اب تک اس کی سزا بھگت رہی ہے، اور اس راستہ میں ٹھوکریں کھا رہی ہے

علامہ اقبال نے اس تاریخی حقیقت کی بڑی واضح تصویر پیش کی ہے، وہ اپنی ایک فکر انگیز نظم "دین و سیاست" میں کہتے ہیں ؎

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی
سماتی کہاں اس فقیری میں میری
خصومت تھی سلطانی و راہبی میں
کہ وہ سربلندی ہے یہ سربزیری
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا
چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دیں کے لئے نامرادی
دوئی چشم تہذیب کی نابصیری
یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے آئینہ دار نذیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری[1]

فصل کے بجائے وصل!

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی آثار میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے دین و دنیا کے مابین اس وسیع خلیج کو پاٹ دیا اور ان دونوں متحارب کیمپوں کو (جو ایک زمانہ سے ایک دوسرے سے برسرپیکار اور کھلی دشمنی اور مسلسل نفرت کا شکار تھے) صلح ہمفائی اور محبت کے ساتھ آپس میں ملا دیا، اور امن و اتحاد کے ساتھ جینا سکھا دیا اپنے اس کارنامے کی روشنی میں آپ "رسول ودعت" اور بیک وقت "بشیر و نذیر" نظر آتے ہیں، آپ نے نوع بشری کو دو جنگ آزما محاذوں سے اٹھا کر ایمان و احتساب انسان نوازی، اور اللہ کی رضا جوئی کے محاذ پر لگا دیا، اور ہمیں یہ جامع، معجز نما اور وسیع المعنی دعا سکھا دی:-

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (البقرة آیت ۲۰۱)

ترجمہ: ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخش، اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ،

آپ نے اس قرآنی آیت کے ذریعہ اعلان کیا کہ:-

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانعام - ۱۶۲)

ترجمہ: کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا، سب خدائے رب العالمین ہی کے لئے ہے۔

پوری زندگی عبادت اور کائنات عبادت گاہ!

مومن کی زندگی متفرق اور متضاد اکائیوں کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ ایسی وحدت کاملہ ہے جس میں عبادت و احتساب کی روح کارفرما ہے، اور اللہ پر ایمان اور اس کی اطاعت کا جذبہ اس کی قیادت کرتا ہے۔ اور وہ زندگی کے تمام شعبوں اور جہد و عمل کے سارے میدانوں اور سبھی قسموں کو شامل کرتا ہے بشرطیکہ وہ اخلاص، صدق نیت، رضائے الٰہی، اور انبیاء کے طریقے پر ہوں۔

یہ بات اس حقیقت کو روشن کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحدت کاملہ اور اتحاد تام کے رسول، اور بیک وقت انسانیت کو (حسن عمل پر) اچھے مستقبل کی بشارت دینے والے اور (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے اور نذیر ہیں آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے دین و دنیا کی علاحدگی کے نظریے کو حرف غلط بنا کر پوری زندگی کو عبادت، ساری

باقی صـ ۱۴ پر

[1] بال جبریل،

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

آہ! حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری رح

گذشتہ دنوں مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور کے بانی اور ناظم اور معروف عالم دین اور مربی و بزرگ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے اس جہان فانی سے رحلت کی۔ حضرت مولانا کا فیض صرف ان کے مدرسہ کے ذریعہ ہی نہیں بلکہ ان کے ارشاد و تربیت کے عمل سے دور و قریب پھیل رہا تھا، سیکڑوں بندگان خدا نے ان کی تربیت سے فائدہ اٹھایا اور اصلاح ہوئی۔

حضرت مولانا سلف کے طریقہ پر اصلاح و تقوی و عزیمت کے حامل تھے اور اصلاح باطنی کا کام انجام دے رہے تھے خاص طور پر مشرقی یوپی اور بمبئی میں ان کی صحبت و نصیحت سے بڑا اثر پڑا، اور بہت سے لوگوں نے ان سے ارادت و خصوصی استفادہ کا تعلق قائم کیا۔

مولانا کی ولادت ۱۹۰۸ء میں ہوئی، شروع میں ان کو مقامی اسکول میں داخل کیا گیا تھا لیکن ان کا اس میں دل نہیں لگا اور وہ دینی تعلیم کی طرف مائل ہوئے اور مدرسہ میں اپنی متوسط تعلیم پوری کی پھر جامعہ مظاہر علوم میں تعلیم کی تکمیل کی۔

مشرقی یوپی میں اس وقت حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری کا فیض تربیت عام تھا چنانچہ مولانا عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے وابستہ ہوئے اور جلد ہی ان کی خلافت سے سرفراز ہوئے۔

مظاہر علوم کے زمانہ طالب علمی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے تعلق ہوا اور ان سے بھی کسب فیض فرمایا اور مولانا..... شاہ وصی اللہ صاحب کی وفات کے بعد تو پورا تعلق انہی سے ہو گیا حتی کہ حضرت شیخ نے بھی اپنی خلافت سے نوازا اور جلد ہی انکا شمار حضرت شیخ کے بڑے خلفاء میں ہونے لگا اور تبدیغ طالبان اصلاح و تربیت کا رجوع بڑھا، اور فائدہ عام ہوا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ بمبئی کے مسترشدین کی دعوت پر سال میں دو ایک بار بمبئی بھی تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کے حضرات کی تربیت اصلاح کے مقصد سے وہاں قیام کرتے۔

آخر عمر میں صحت بہت خراب رہنے لگی جس کی وجہ سے بمبئی کا سفر بہت ہو گیا، اور زیادہ تر قیام وطن ہی میں رہنے لگا لوگ استفادہ و زیارت کے لئے وہیں آتے۔ ندوۃ العلماء کے ناظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کے ساتھ بھی مولانا مرحوم کے محبانہ روابط تھے مولانا مرحوم ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن بھی تھے اس طرح اس کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرماتے اور اظہار تعلق فرماتے اپنے صاحبزادہ مولوی عبدالعظیم صاحب کو تعلیم کے لئے بھی بھیجا اور ندوۃ العلماء کے تعلق والوں سے محبانہ طریقہ سے ملتے اور دریافت احوال کرتے تھے۔

ندوۃ العلماء کے حضرات بھی مولانا مرحوم سے خوب مانوس بلکہ پورے قدرداں تھے نداۃ العلماء کے لوگ آپ کی تشریف آوری کو باعث برکت و افادیت سمجھتے، حضرت مولانا علی میاں صاحب کی حالیہ علالت کی اطلاع مولانا مرحوم کو جب ملی اور ان کو پتہ چلا کہ مرض تشویش اور فکر کا ہے تو دعا کا اہتمام کرایا۔ اور خود باوجود معذوری کے کسی طرح دعا کی نشست میں مسجد تشریف لائے اور دعا کرائی۔

مولانا مرحوم اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات و زیارت کے لئے اور رمضان المبارک میں اعتکاف کے لئے سہارنپور جایا کرتے تھے، حضرت شیخ کے دوسرے معتقدین و مریدین بھی وہاں حاضر ہوتے، ان میں ندوۃ العلماء کے لوگ بھی ہوتے اس طرح ندوۃ العلماء کو قریب سے جاننے کا موقع مولانا مرحوم کو ملتا تھا۔ اس سے مولانا مرحوم کو ندوۃ العلماء سے ربط بڑھا اور مولانا مرحوم مانوس ہوئے اور اس کی مجلس انتظامی کی رکنیت کے تقاضے آمد بھی بڑھی جس کی قدر اہل ندوہ کو برابر محسوس ہوئی اور اب ان کی رحلت کی خبر کو بہت ملال سے سنا گیا، نماز جنازہ میں شرکت کے لئے حضرت مولانا علی میاں صاحب نے اپنے نمائندے بھیجے جنہوں نے مولانا مدظلہ کی اور ندوہ کی نمائندگی کی۔ مولانا مرحوم کی تعزیت میں مسجد ندوۃ العلماء میں ایک جلسہ بھی ہوا۔

اللہ تعالیٰ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو آخرت میں بلند درجات سے نوازے اور قبولیت و رحمت تامہ کا معاملہ فرمائے۔ آمین۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پسماندگان میں تین صاحبزادے چھوڑے جن میں دو ان کے قائم کردہ مدرسہ کے ذمہ داروں میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو حضرت مولاناؒ کا قائم مقام بنائے۔

دعائے مغفرت

مدرسہ اسلامیہ حسانیہ سمراٹھاوے ضلع گوپال گنج (بہار) کے صدر الحاج سید شمس اسلام صاحب کا ۲۳ اپریل ۱۹۹۹ء کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

کوسوو کے مسلمانوں پر ناٹو کی بمباری!

ایک تیر سے دو شکار

نذر الحفیظ ندوی

مغربی میڈیا یہ پروپیگنڈہ کرتے نہیں تھکتا کہ شمالی اوقیانوس میں شامل مغربی ممالک (ناٹو) اور ان کے امریکی آقا کوسوو کے مسلمانوں کی تائید و حمایت میں اپنی جان کی بازی لگا رہے ہیں، اور یورپ کی سرزمین پر اسلام کی حفاظت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اس خوش فہمی میں بعض عرب ممالک بھی مبتلا ہیں، مندرجہ ذیل مضمون میں اسی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ (ادارہ)

تاریخی پس منظر

البانی البانوے ماتوذہ ہے جو ایک قدیم قبیلہ کا نام تھا، ۱۳۵۰ء میں بازنطینیوں نے ان تمام لوگوں کو البان کا نام دیا جو بلقان کے علاقہ میں آباد ہو گئے تھے۔ دو ہزار سال قبل رومیوں نے بلقان پر قبضہ کر لیا تھا، چھٹی صدی کے اواخر میں یہاں عیسائیت کو فروغ ہوا، انھوں نے بلقان سے قدیم قبائل کا صفایا کرنا شروع کر دیا، اس کے بعد ہی یہاں عیسائیوں کی کثرت ہو گئی، ان میں دو فرقے ہو گئے، ایک آرتھوڈکس دوسرا کیتھولک فرقہ، ان دونوں میں بھی خونریز جنگ ہوئی، آخر میں آرتھوڈکس فرقہ کی اکثریت ہو گئی۔ عیسائیوں کی آمد سے پہلے یہ علاقہ بازنطینیوں اور سربوں کے درمیان خونریز جنگوں کا مرکز تھا، سربوں نے اپنی جنگی فتوحات کے بل پر شمالی حصوں پر قبضہ کر لیا، اس طرح بلقان کئی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا۔

۱۳۵۰ء میں عثمانیوں نے جب اپنی فتوحات کا آغاز درۂ دانیال سے کیا تو ۱۳۸۹ء میں کوسوو کے میدانوں اور پہاڑوں میں عثمانیوں اور یورپیوں کے درمیان مشہور معرکہ ہوا، جس میں سلطان مراد اول شہید ہوئے۔ دوسری طرف سربوں کا حکمراں بھی واصل جہنم ہوا، لیکن فاتح مسلمان ہوئے۔ سرب علاقہ جب مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا تو آرتھوڈکس عیسائی بلکہ پورے یورپ کے لئے وہ قومی سانحہ کا سال قرار دیا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ عثمانیوں سے اس کا بدلہ ہر قیمت پر لینا ہے خواہ اس کے لئے ہمیں کئی صدی انتظار کرنا پڑے۔

کوسوو کی فتح گویا یورپی سرزمین کی فتوحات کا آغاز تھی، جہاں سے مسلمانوں نے آہستہ آہستہ بلقان کے علاقوں کو فتح کر لیا۔ پھر مسلمانوں کی تعداد نئے اسلام لانے والوں سے بڑھتی گئی، اس طرح پورا خطہ مسلمانوں سے آباد ہو گیا، یہ البانی ایسے سچے اور پکے مسلمان ہوئے کہ چالیس سے زیادہ وزارت عظمیٰ کے منصب تک پہونچے، عثمانی فوجوں میں امتیازی حیثیت کی بنا پر انھیں ارناؤٹ کا لقب دیا گیا۔

عثمانی حکومت کے عہد میں بلقان کے مفتوحہ علاقے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، ایک تو وہ علاقہ تھا جہاں اسلام پھیلا لیکن مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے کم رہی جیسے سربیا، یونان اور بلغاریہ۔ دوسرے وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت رہی جیسے بوسنیا اور البانیہ لیکن عثمانیوں کے زوال سے بہت سے علاقے مسلمانوں کے قبضے سے نکل گئے، مثال کے طور پر ۱۸۳۰ء میں سربیا کا علاقہ عثمانی حکومت سے الگ ہو گیا، ۱۸۷۸ء میں بوسنیا ہرزیگووینا کے علاقے بھی نکل گئے، ۱۹۱۲ء تک البانیہ کے بعض مزید علاقے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔

البانیوں نے ۱۹۱۰ء میں عثمانیوں کے خلاف تحریک شروع کی، انھوں نے ایک طرف تو خود عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا دوسری طرف خود مسلمانوں کو آپس میں لڑایا۔ البانوی مسلمانوں نے عثمانیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا جس سے سربوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا چنانچہ بلقان کے آرتھوڈکس یورپی ممالک نے مسلم علاحدگی پسندوں سے تعاون کا باقاعدہ معاہدہ کیا جس پر سربیا کے علاوہ بلغاریہ مونٹی نیگرو اور یونان نے دستخط کئے، اسی کے نتیجہ میں عثمانیوں کا اخراج ہوا، البانیوں کو اس کی جو قیمت چکانی پڑی اور برابر اس کی قیمت وہ ادا کر رہے ہیں اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

۱۹۱۳ء میں البانیہ کی سرزمین کو یورپی ملکوں نے بندر بانٹ کر لیا، کوسوو کو بطور انعام سربیا کے حوالے کر دیا گیا، اس سقوط کے بعد ہی وہاں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا جس کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اس نئی خونریز جنگ میں بھی قدیم مذہبی اور نسلی عداوت کا جذبہ کام کر رہا ہے۔ مشرقی یورپ کے عیسائیوں کے ساتھ روس کو اس لئے ہمدردی ہے کہ وہ بھی آرتھوڈکس مسلک پر

گامزن ہے، لیکن امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کی بمباری کے مقاصد کیا ہیں اور اصل محرکات و مصالح کیا ہیں، کیا فضائی حملے کے بعد ناٹو کی فوجیں بری حملہ بھی کریں گی۔ اس کی کامیابی اور دور رس نتائج کے کیا امکانات ہیں؟ کوسوو کے مسلمانوں کو کیا ملا؟

ناٹو کی فضائی بمباری سے جتنا نقصان سربوں کا ہو رہا ہے اس سے کہیں زیادہ خسارہ کوسوو کے مسلمانوں کا ہو رہا ہے اور آخری خسارہ ان ہی کا ہو گا۔

ایک تیر سے دو شکار

جس طرح تاتاریوں نے سات سو سال قبل پورے عالم اسلام کو تاراج کر دیا تھا اس سے کہیں زیادہ نقصانات کوسوو کے مسلمانوں کے ہوئے ہیں۔

ناٹو کی بمباری سے پہلے سرب لیڈر ملوسووچ کو یورپ و امریکہ منانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن وہ ضدی بچے کی طرح اپنے موقف پر اڑا رہا، اس پوری مدت میں امریکہ اسلامی دنیا پر یہ واضح کرتا رہا کہ ہم صرف مسلمانوں کی خاطر یہ کام کر رہے ہیں، پھر جب ناٹو کے طیاروں نے بمباری کی تو یہ تاثر دیا گیا کہ امریکہ مسلمانوں کے دفاع میں اپنے ہی ہم مسلک اور ہم مذہب لوگوں سے لڑ رہا ہے، بعض عرب اخبارات خصوصاً لندن سے نکلنے والے اور روزنامہ الشرق الاوسط اور اس کے ادارہ سے شائع ہونے والے ہفت روزہ رسالے لکھا کہ امریکہ مسلمانوں کا محافظ ہے، ہم اس کے شکر گذار ہیں، مغربی میڈیا بھی یہی تاثر دے رہا ہے۔

لیکن کیا واقعی ایسا ہے؟

مشرقی یورپ کے تاریخی اور مذہبی پس منظر اور خود امریکی ذہنیت سے جو لوگ واقف ہیں ان کا تاثر یہ ہے کہ یہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان روایتی جنگ کا حصہ ہے۔ اس کے علاوہ آرتھوڈکس اور کیتھولک مسلک کے درمیان مسلح کشمکش کے ساتھ سابق روس اور امریکہ کے درمیان آخری مسلح جنگ ہے جس میں تمام کیتھولک ممالک آرتھوڈکس ملکوں کو خود کشی پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔

مغربی مبصرین میں سے کسی نے بھی یہ ماننے سے انکار کیا ہے کہ امریکہ کوسوو کے مسلمانوں کی طرف سے جنگ کر رہا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ مبصرین مسلکی کشمکش کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں، لیکن ناٹو کی فضائی بمباری کے حقیقی محرکات اور اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے ممکنہ احتمالات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اس بمباری کا بنیادی مقصد سرب لیڈر کو تنبیہ کرنا ہے تاکہ وہ مسلمانوں اور کیتھولک عیسائیوں پر ظلم و زیادتی سے باز آجائے، اس لئے کہ ایسی صورت میں یورپی براعظم میں امن و سکون برباد ہو جائے گا، جبکہ ناٹو معاہدہ میں شامل تمام یورپی ممالک اس براعظم کو جنگ سے محفوظ اور خوش حال دیکھنا چاہتے ہیں، اگر سرب لیڈر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو جرمنی کی طرح یہ علاقہ بھی نازی ازم کا شکار ہو جائے گا، اسی مقصد کو سامنے رکھ کر ناٹو نے بمباری کا فیصلہ کیا ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ ناٹو معاہدہ کا دائرہ اتنا وسیع کر دیا جائے کہ چاروں طرف سے روس کو گھیرے میں لے لیا جائے، اس معاہدہ میں مغربی یورپی ممالک کے علاوہ مشرقی یورپ کے تین ملک پولینڈ، ہنگری اور چیکوسلواکیہ داخل ہو چکے ہیں، دوسرے مرحلہ میں بلغاریہ، رومانیہ اس معاہدہ میں داخل ہوں گے جس سے بحر اسود تک امریکہ کو راہ راست داخلہ کا راستہ مل جائے گا، جو سیاسی اقتصادی اور فوجی حکمت عملی کے اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس پر قبضہ کرنے کے بعد بحیرۂ بالٹک کے تین ممالک لتھوانیا، لٹویا اور استونیا کو بھی مجبور کر کے ناٹو میں لایا جائے گا، اس منصوبہ کی تکمیل کے بعد روس کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا، پھر پچاس سال تک مغربی ملکوں کو روس سے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ امریکہ پر روسی شہنشاہیت سے ایسی حالت میں بھی خطرہ کا ہوا سوار ہے جبکہ اس کا سیاسی و اقتصادی نقشہ تہ و بالا ہو چکا ہے۔ لیکن یوگوسلاویہ پر چونکہ اس کے اثرات باقی ہیں جس کی فوجی، اقتصادی اہمیت ہے، اس بنا پر ناٹو کے ذریعہ بمباری کر کے یوگوسلاویہ کی کمر توڑ دی جائے تاکہ آرتھوڈکس عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں سے نجات حاصل کر لی جائے۔

تیسرا احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ ناٹو بمباری کے ذریعہ اس معاہدہ کو اتنا وسیع کر دیا جائے کہ معاہدہ میں شامل ممالک کو پڑوسی ملکوں سے کسی طرح کا خطرہ نہ ہو اور پورا یورپی براعظم امن و سکون کا ایسا گہوارہ بن جائے جس پر امریکہ کا سایہ ہمیشہ باقی رہے۔ مندرجہ بالا احتمالات میں کہیں مسلمانوں کی حفاظت یا حمایت کا کوئی خیال مغربی ملکوں کے ذہن میں نہیں ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصائب قوم عند قوم فوائد، یعنی کوسوو کے حملے مسلمانوں کو بہانہ بنا کر مغربی ممالک ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے ہیں۔ مغربی رہنماؤں اور ناٹو کے فوجی ذمہ داروں کے بیانات سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ بمباری سے پہلے ہی فوجی سربراہوں نے یہ احتمال ظاہر کر دیا تھا کہ ناٹو کی بمباری سے بڑے پیمانے پر پناہ گزینوں کا مسئلہ پیدا ہو گا

جس سے نمٹنے کے لئے ناٹو ممالک نے پوری تیاری کر لی ہے، بالفاظ دیگر سرِ لیڈر کو ان ملکوں نے ہری جھنڈی دکھادی کہ تم مسلمانوں کی صفائی کا کام شروع کر دو، ہم پہلے اقوام متحدہ کے ذریعہ پھر براہ راست خود ان پناہ گزینوں کا مسئلہ اسی طرح حل کر لیں گے جیسے ہم نے فلسطینی پناہ گزینوں کے مسائل کو حل کر لیا تھا۔ ہم انھیں البانیہ، مقدونیہ اور جبل اسود کے علاقوں میں آباد کر دیں گے، عملی طور پر اس وقت تک کوسوو کی تین چوتھائی آبادی اپنے ملک کو چھوڑ چکی ہے، ان پناہ گزینوں میں اکثریت بوڑھی خواتین اور بچوں کی ہے۔ بیس سال سے ساٹھ سال تک کی عمر کے مردوں کو سربوں نے ذبح کر دیا ہے، اس کے متعلق اقوام متحدہ اور ناٹو نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا ہے۔ بلکہ ناٹو کے فوجی امریکی کمانڈر جنرل ویسلے کلارک نے اس کا اندیشہ پہلے ہی ظاہر کر دیا تھا کہ ناٹو کے اندر یہ طاقت نہیں اور نہ اس کے لئے کسی طرح ممکن ہے کہ وہ سربوں کو کوسوو کے مسلمانوں پر ظلم سے روک سکے یا ان کو ہجرت کرنے سے منع کر دے، فضائی بمباری سے ہم یہ مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔ پھر جب لاکھوں کی تعداد میں کوسوو کے مسلمان اپنا وطن چھوڑ کر جانے لگے تو کلارک صاحب نے فرمایا کہ ہم کو کبھی خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ سرب کوسوو کے مسلمانوں کا قتل عام کریں گے، ہمارے نقشے میں یہ منصوبہ نہ پہلے تھا، نہ اب ہے۔ چنانچہ اس فضائی بمباری میں مسلمانوں کو بھی نشانہ بنایا گیا دوسری طرف سرب فوجیوں نے بمباری کی آڑ میں مسلمانوں کا قتل عام کیا، مغربی میڈیا صرف بمباری کی خبروں کو اسلامی دنیا میں بڑے پیمانے پر نمایاں کرتی رہی گویا ناٹو کے تمام ممالک اسلامی دنیا پر احسانِ عظیم کر رہے ہیں۔

جہاں تک بری فوجوں کے داخلہ کا تعلق ہے تو یہ بھی ناٹو کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہوگا اور آخری نتیجہ امریکہ کے حق میں یہ ہوگا کہ اس کی بالادستی تمام مغربی اور مشرقی یورپی بر اعظم پر قائم ہو جائے گی۔ اقوام متحدہ کا برائے نام وجود بھی ختم ہو جائے گا اور ناٹو کے ذریعہ امریکی بالادستی کو چیلنج کرنے والے ممالک کی اصلاح و تہذیب اور تادیب کا کام لیا جائے گا۔ اسی کے ساتھ مختلف ملکوں میں مقیم اقلیتوں کے مسائل و مشکلات کو براہ راست امریکہ ناٹو کے ذریعہ حل کرنے لگے گا اور مسلمانوں کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ مسلم ممالک سے اپنی شکایات و مسائل کو حل کرنے کے لئے رجوع نہ کریں، مسلم ملکوں کو بھی حق نہیں ہوگا کہ وہ مسلم اقلیت کی جمع پکار سنیں، اگر سنیں گے بھی تو امریکہ ان کی پکار کا جواب دے گا نہ کہ مسلم ممالک کو یہ حق ہوگا البتہ وہ جو مالی امداد کریں گے امریکی اور یورپی ممالک اس کے بل بوتے پر اپنے یہاں صنعتی اور فوجی ترقی کریں گے، اس بنا پر ناٹو کی بمباری سے مسلم ممالک کی اقتصادی، سیاسی اور فوجی افادیت پر بھی بہت سے سوالات پیدا ہونے لگے ہیں۔ مسلم ملکوں میں سے کویت اور سعودی عرب نے لاکھوں ڈالر امداد کے طور پر کوسوو بھیجے ہیں، امدادی ساز و سامان اور دوائیاں بھی ہوائی جہازوں سے روانہ کئے ہیں، لیکن ان مسلم ملکوں نے مغربی ملکوں کے سامنے یہ سوال نہیں اٹھایا کہ آخر کوسوو کے مسلمانوں کو ان کے وطن سے کیوں نکالا جا رہا ہے۔ اور ان کا قتل عام کیوں جاری ہے۔ سرکاری حکام کسی طرح کا بیان دینے سے عاجز ہیں، جو کچھ جذبہ اور جوش ہے وہ عوام میں ہے اور وہی چندہ جمع کر رہے ہیں۔ ہم ہندوستانی مسلمان (عوام اور خواص) زبانی ہمدردی سے بھی عاجز ہیں صحیح ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

لیکن مسلمانوں کی تاریخ اس طرح کے واقعات سے بھری ہے، دشمنوں کا ظلم اور ان کی سفاکی کا سامنا مسلمانوں کو ہمیشہ کرنا پڑا۔ اس وقت بھی کفر کی تمام طاقتیں مسلمانوں کے مقابلہ میں متحد ہیں، مگر ان سب کے باوجود ان کی ایمانی فتوحات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ مشرقی یورپ میں بسنے والے مسلمان نام کے مسلمان تھے، جب سے مسلمانوں کے خلاف صرف مسلمان ہونے کی بنا پر ظلم و سفاکی کا دور شروع ہوا اس کے بعد ہی سے خود مسلمانوں کے اندر تبدیلی کا آغاز ہو گیا ان کو اپنے مذہب سے لگاؤ پیدا ہونے لگا، اسلامی تہذیب اور اسلامی شعار سے محبت ہونے لگی اور اپنے کو مسلمان کہنے پر انھیں فخر ہونے لگا دوسری طرف غیر مسلموں میں بھی اسلام کے بارے میں سوالات پیدا ہونے لگے کہ آخر یہ کون سا مذہب ہے جس کے ماننے والے جتنا ان کو مٹایا جاتا ہے اتنا ہی وہ ابھرتے ہیں، جتنا ان کو قتل کیا جاتا ہے اتنا ہی ان کی آبادی بڑھتی ہے، اور نئے نئے لوگ ان کی صفوں میں داخل ہوتے ہیں اور صنم خانوں سے کعبہ کو پاسباں مل جاتے ہیں۔

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری مٹھائی : بیکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائناپل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ
شیرینی دنیا کا تاج
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۱۰۴، کرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر : ۳۴۲۱۵۷۸ ۔

کوئی دیکھے یا نہ دیکھے مگر اللہ دیکھ رہا ہے

صحت کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کا پہلا خطبہ نکاح

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی پر ۱۸ مارچ ۹۹ء بروز جمعرات فالج کا حملہ ہوا جس کے بعد حضرت تقریر و تحریر اور مطالعہ سے معذور ہو گئے تھے۔ الحمد للہ اب حضرت روبصحت ہیں، صحت کے بعد حضرت نے ۹ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ بروز پیر بعد نماز مغرب مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی کی تقریب نکاح کے موقع پر پہلی مرتبہ نکاح پڑھایا اور پورے جوش کے ساتھ قرآنی آیات کی جو تشریح کی، وہ ہدیہ ناظرین ہے۔ اس تقریب کے موقع پر مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی، مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی، مولانا سعید الرحمان صاحب اعظمی ندوی، مولانا برہان الدین سنبھلی اور مولانا سید واضح رشید ندوی اور مولانا شمس الحق ندوی کے علاوہ اساتذہ و طلباء کی ایک خاصی تعداد موجود تھی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعھم باحسان ودعا بدعوتھم الی یوم الدین

أما بعد :- فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یا أیھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء، واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والأرحام إن اللہ کان علیکم رقیبا،

یا أیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون

یا أیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم أعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما،

یہ تین آیتیں نکاح کے مقتضیات اور نکاح کے عقد صحیح اور ان سب کے اسلامی فرائض کے متعلق ہیں ان سے بہتر کوئی خطبہ اور دنیا میں اجتماعیات اور جنسیات اور اخلاقیات کے ماہرین جمع ہوں تو اس سے بہتر پیغام نہیں دے سکتے، یہ پوری ازدواجی زندگی کے لئے ہدایات اور پیغام ہے

پہلی آیت سورۂ نساء کی آیت ہے اس سورۃ کا نام جس مناسبت سے رکھا گیا ہے اس سے عورت کا درجہ معلوم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو پیدا کیا ایک اکیلی جان سے، اس میں ایک فال نیک ہے، خوشخبری ہے، کہ اکیلی جان سے اگر اتنی بڑی ذریت پیدا ہو سکتی ہے جو کہ سارے عالم کو آباد کرے گی، تو ڈرو اس پروردگار سے جس نے اکیلی جان سے پیدا کیا پھر اس کا جوڑا پیدا کیا، اور پھر اس جوڑے کے ملنے سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کر کے دنیا میں پھیلا دیا، اور روئے زمین کو ان سے بھر دیا" واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والأرحام "اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم نے اتنا بڑا سوال کیا، یعنی ایک شریف گھرانے کی دختر کا مانگنا ایک اللہ کے نام لینے کی برکت سے اور اس پر بھروسہ کر کے ہی ہو سکتا ہے، یہ اصل میں اس کے نام سے اتنی بڑی چیز حاصل کی اور اتنا مشکل کام آسان کر دیا تو آئندہ اگر کچھ ہو جائے تو اس کو بھولنا نہیں" واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والأرحام "اپنے رشتوں کو نہ بھلانا۔ نیا رشتہ ہو رہا ہے لیکن ماں ماں ہے، باپ باپ ہے، اور بہن بہن ہے بھائی بھائی ہے اور سب کے حقوق الگ الگ ہیں" واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والأرحام إن اللہ کان علیکم رقیبا" اور تم یہ کہو کہ کون دیکھتا ہے، کون جانتا ہے جو چاہیں کریں، بیشک اللہ تم پر رقیب اور نگراں ہے۔ ایسا نہیں کہ جب مجلس منتشر ہو گئی تو پھر ہر ایک آدمی جو چاہے کرے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یہ پیغمبر ہی کہہ سکتا ہے، کوئی دنیا میں ایسے موقع پر ایسے مبارک موقع پر جب شادی کی مسرت اور مبارکباد کا موقع ہوتا ہے، اس موقع پر زندگی کے ایام کو یاد کرنے اور ایمان پر خاتمہ ہونے کی کوشش کا ذکر خدا کے پیغمبر کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا۔

"اے لوگو! ڈرو اللہ سے جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور نہ مرنا، مت جانا اس دنیا سے مگر ایمان کے ساتھ، یہ رشتہ مبارک، یہ تقریب مبارک، یہ شادی مبارک، لیکن اس کو یاد رکھو

کہ جب اس دنیا سے جاؤ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے۔ اور اس کا کلمہ پڑھتے ہوئے جاؤ۔ یہ پیغمبر ہی کہہ سکتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔

تیسری آیت سورۂ احزاب کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایجاب و قبول سے پہلے اور مہر قبول کرنے سے پہلے، اس کے ادا کرنے کا وعدہ کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا" سچی اور پکی بات زبان سے نکالو، یہ نہ سمجھو کہ پہلے کہدیا کہ ہاں ہم نے اتنا مہر قبول کیا، کون پوچھتا ہے، کون دیکھتا ہے۔ اور اگر واقعی ذہن میں یہ ہے، کون دیکھے گا، تو اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا، اللہ دیکھنے والا ہے، اور اللہ ہی تمہارا نگران اور رقیب ہے۔

دین و دنیا کی کشمکش

بقیہ

روئے زمین کو سجدہ گاہ بنادیا اور انسان کو متحارب و متصادم چھاؤنیوں سے نکال کر عمل صالح، خدمتِ انسانیت اور اللہ کی رضا طلبی کے وسیع اور متحدہ محاذ پر لاکر کھڑا کیا، جہاں کے بادشاہ آپ کو فقیروں کی گدڑی میں عابد و زاہد ملوک و امراء کی پوشاک میں نظر آئیں گے۔ جو حلم و برداشت کے پہاڑ، علم و حکمت کے سرچشمے، رات کے عبادت گذار اور دن کے شہسوار ہوں گے اور ان کی شخصیت میں کوئی تضاد اور بے اعتدالی نظر نہ آئے گی۔

(تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات)

اعلان

ندوۃ العلماء میں اردو اور عربی سے انگریزی میں ترجمہ کرنے والے حضرات کے تعاون کی ضرورت ہے۔ جس کے لیے مناسب اکرامیہ بھی دیا جائے گا۔

اس کار خیر میں جو حضرات مدد کرسکیں وہ براہِ مہربانی مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں، تاکہ ان سے یہ تعاون لیا جاسکے۔

ایڈیٹر تعمیر حیات
ندوۃ العلماء لکھنؤ

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک اہم باب
دعائیں
جو لازوال نبوت کی اہم و مؤثر دلیل
اور روحانی تربیت و دعوتی جدوجہد کا بہتر ذریعہ
سیرت محمدی دعاؤں کے آئینے میں
از:۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت، دیدہ زیب سرورق، صفحات ۵۲ سائز ۲۳×۳۶/۱۶ قیمت ۱۲/=
ناشر:۔ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ
ملنے کا پتہ:۔ ندوی بک ڈپو، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز۔
حرمین
اردو کاپی
NOTE BOOK
ملنے کا پتہ:۔
مکتبۃ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این ورما روڈ امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کرسکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون:۔ ۳۴۴۴۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

احسن القصص

(دوسری و آخری قسط)

مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب مدظلہ

رہائی کا پروانہ

شاہی دربار کا افسر رہائی کا پروانہ لے کر یوسفؑ کو دربار میں لانے کے لئے جیل خانہ گیا لیکن یوسفؑ کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا اور کہا کہ جب تک مجھ پر لگائے گئے الزام کی تحقیق ہو کر مجھے بے گناہ تسلیم نہ کیا جائے گا میں شاہی دربار میں آنے کے لئے تیار نہیں۔

یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ حضرت یوسفؑ پر جھوٹا الزام لگانے میں پہل تو بیگم عزیز نے کی تھی اور پورا طوفان اسی نے کھڑا کیا تھا لیکن حضرت یوسفؑ نے حق پرورش کے احسان کا خیال فرما کر بیگم عزیز کا نام نہیں لیا بلکہ بڑے گھرانے کی مصری خواتین کی طرف بادشاہ کو توجہ دلائی۔

مکین اور امین کا خطاب

شاہی دربار میں بات چیت کے بعد حضرت یوسفؑ کے جوہر کھلے اور بادشاہ کو یہ احساس ہوا کہ ملک کو لاقانونیت، ناانصافی، مالیات اور محصول کی افراتفری سے بچانے کے لئے کسی باوقار اور امانت دار وزیر کے فرائض صرف یہی شخص ادا کرسکتا ہے اور اس نے حضرت یوسفؑ کو "مکین اور امین" کا خطاب دیا۔

حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ بادشاہ اس قدر متاثر ہے تو بادشاہ سے فرمایا کہ ان منصبوں کے ساتھ مجھے تمام ملکی خزانوں پر بھی مکمل اختیار دیا جائے تاکہ قانونی قوت کے ساتھ مالی طاقت کا استعمال کرکے ملک کے معاملات کی اصلاح کرنے میں مجھے آسانی ہو۔

منصبوں کا چارج سنبھالتے ہی یوسفؑ نے پورے ملک کو اپنی نگاہ میں بھر لیا۔ اور ملک کے جو سارے مسائل تھے۔ قحط سالی۔ لوٹ مار، ڈاکہ زنی، رشوت، طبقاتی کشمکش، حکومت کے کارندوں کا عوام پر ظلم، عورتوں کے ساتھ ناانصافی، غربت، ملک کی لاقانونیت ان سب معاملات پر آپ نے نگاہ ڈالی۔ نور نبوت کی روشنی اور اللہ کی مدد سے سہارے تمام معاملات کو حل کرلیا۔ ملک مصر کی مشکلات کو حضرت یوسفؑ نے نور نبوت کی روشنی میں ایسا حل کیا کہ صدیوں اس کے اثرات باقی رہے۔

خوش حالی

رہا اناج کی تنگی کا مسئلہ، آبپاشی کا مسئلہ، کسانوں کے حقوق، ان کی طرف حضرت یوسفؑ نے بھرپور توجہ کی۔ ملک مصر کے تمام علاقے خوش حال ہوگئے۔ انسانیت کی زندگی ایک بار پھر تازہ ہو کر لہلہانے لگی اور پورے ملک مصر میں ہر طرف بہار ہی بہار نظر آنے لگی۔

حضرت یوسفؑ کی سلطنت میں مکمل امن و سکون قائم ہوگیا جبکہ مصر کی سرحد سے لگے پڑوسی ملکوں پر قحط سالی کے ایسے زبردست اثرات پڑے تھے کہ بھوک مری، لوٹ مار کے پنجے نے مصر کے اطراف کے تمام علاقوں کو جکڑ لیا تھا۔

حسن تدبیر

جب ہر جگہ قحط پڑا تو اس کا اثر کنعان میں آل یعقوب پر بھی تھا۔ پورے ملک مصر میں یہ بات پھیل گئی تھی کہ جو نیا عزیز مصر ہے وہ کم قیمت پر غریبوں کو وافر مقدار میں غلہ عنایت فرماتا ہے جبکہ نئے عزیز مصر خود حضرت یوسفؑ ہی تھے۔ چنانچہ یہ خبر کنعان میں پہنچی لہٰذا غلہ لینے کے لئے یوسفؑ کے بھائی جب مصر میں آئے اور یوسفؑ کے دربار میں حاضر ہوئے تو یوسفؑ نے ان کو پہچان لیا جبکہ وہ لوگ ان کو پہچان نہ سکے۔

برادران یوسفؑ راشن لینے کے لئے قطار میں کھڑے ہو کر جب نام لکھوانے لگے تو اپنے چھوٹے بھائی جو باپ کے پاس تھے ان کا بھی نام لکھوادیا تاکہ ایک شخص کا راشن انہیں اور مل جائے۔ اور جب یوسفؑ نے ان کا سامان و اسباب اناج سے بھر کر تیار کرادیا تو ان سے کہا کہ اپنے (سوتیلے) بھائی کو جو تمہارے باپ کے پاس ہیں ان کو بھی اب کی بار آؤ گے تو ساتھ لیتے آنا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا؟ کہ میں نے بھرپور غلہ دیا اور اچھی طرح مہمان نوازی کی۔ اگر اس بھائی کو میرے پاس لاکر نہیں دکھاؤ گے تو میری حکومت میں تم کو اناج بھی نہیں ملے گا اور تم میرے پاس آنا بھی مت۔

یوسفؑ نے اپنے کارکنوں کو حکم دیا کہ ان کی جمع کی ہوئی پونجی ان کے سامان میں واپس رکھ دو بھائیوں نے کہا کہ ہم اپنے اباجان کو سمجھا بجھا کر اپنے بھائی کو لے آئیں گے اور ہم ایسا ضرور کریں گے۔

غلہ لے کر وطن واپس ہونے پر بھائیوں نے جلد بازی میں اپنے باپ سے کہدیا کہ یوسفؑ کے بھائی کو اب کی بار آپ بھیجیں تو غلہ ملے گا ورنہ نہیں۔ لیکن حضرت یعقوبؑ نے قبول نہیں کیا۔ آخر کار بھائی لوگ رحال کھول کر گھر میں اناج رکھنے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اناج کی تھوڑی

سی رقم عزیز مصر نے برائے نام لوگوں پر لازم کی تھی وہ بھی ان کے سامان میں واپس رکھوادی گئی ہے۔ یہ دیکھ کر تمام بیٹے اصرار کرنے لگے کہ دوسری مرتبہ جب جائیں تو چھوٹے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ کردیں۔ حضرت کا جی تو نہیں چاہتا تھا لیکن غلہ کے ساتھ واپس کی ہوئی پونجی دیکھی تو حالات کی مجبوری اور اناج کی ضرورت کے تحت دوسرے سفر میں بنیامین کو بھی ساتھ کردینا پڑا۔ مگر تمام فرزندوں سے پکا قول وقرار لے کر ہی بنیامین کو لے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ۔ اللہ سب کو کھانا کھلاتا ہے خود کچھ نہیں کھاتا ہے مخلوق تو کھانا کھائے بغیر اس کا زندہ رہنا مشکل ہے یہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت یعقوبؑ نبی ہوتے ہوئے بھی اناج کے ضرورت مند تھے وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ (۸۔۲) اور ہم نے ان تمام پیغمبروں میں سے کسی کو بھی ایسا بدن نہیں دیا تھا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور ان رسولوں میں کوئی ایک بھی اس دنیا میں میں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا تھا۔

مضبوط ڈیل ڈول

نبی زادے تھے۔ روشن چہرے ڈیل، ڈول کے بھی مضبوط اور پھر جتھے میں ایک ساتھ چلیں تو مصری فوج کہیں غلط فہمی سے انہیں چھاپہ مار سمجھ کر الجھ نہ پڑے یا کسی اور خطرے کے اندیشے سے حضرت یعقوبؑ نے تدبیر بتائی کہ سب کی سب ایک دروازے سے داخل مت ہونا بلکہ الگ الگ دوازے سے داخل ہونا تاکہ کسی کی نگاہ میں نہ آجاؤ۔ تقدیر میں جو لکھا ہے اسے تو ہونا ہی ہے لیکن تدبیر کرنا منع نہیں ہے اور اسباب کا بچاؤ بھی کرلینا چاہئے۔ پھر آگے اللہ کی مشیت کے تحت جو ہونا ہے وہی ہوگا۔

شاہی پیمانہ

برداران یوسفؑ اناج لینے کے لئے دوبارہ مصر میں پہنچے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے سگے بھائی بنیامین کو خاص جگہ دی اور بہت اچھے سلوک سے پیش آئے۔ اناج کی تقسیم ہزاروں لوگوں کو قطار میں رکھ کر ہوئی۔ حضرت یوسفؑ نے اپنا شاہی پیمانہ جو مرصع اور بڑا قیمتی تھا بنیامین کے تھیلے میں ڈلوادیا تاکہ مصری قانون کے مطابق انہیں روکا جاسکے ایک سرکاری افسر نے اعلان کیا کہ اے قافلہ والو! تم چور معلوم ہوتے ہو۔ بھائیوں نے ان سے تعجب سے پوچھا کہ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے؟ افسروں نے کہا کہ ہم اپنے بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں۔ بھائیوں نے جواب دیا تمہارے ملک میں ہم فساد برپا کرنے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ اپنی ضرورت کا اناج لینے آئے ہیں۔ افسرو! خوب سمجھ لو کہ ہم چور نہیں ہیں۔

افسروں نے کہا اگر تمہارے پاس ملے تو کیا سزا ہوگی؟ جواب میں بھائی بولے کہ شاہی پیمانہ جس کے پاس ملے اسے رکھ لیا جائے۔ تلاشی کے بعد وہ پیالہ بنیامین کے تھیلے میں ملا اور وہ روک لئے گئے۔ باقی بھائی ٹوٹے دل سے کنعان واپس ہوئے۔

خیرات مانگی

کنعان جاکر حضرت یعقوبؑ سے بات چیت کرکے معذرت پیش کی حضرت یعقوبؑ نے صبر سے کام لیا مضمون طویل نہ ہو اسی لئے قصہ میں ہم اختصار کا سہارا لیتے ہیں۔ پھر تیسری مرتبہ قحط سالی سے پریشان ہوکر تھوڑی سی پونجی لے کر حضرت یوسفؑ کے پاس حاضر ہوئے اور عرضی پیش کی مہربانی فرماکر پورا اناج دے دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے۔ بھائیوں کی بے بسی یوسفؑ سے دیکھی نہ گئی اور اپنے آپ کو ظاہر فرمادیا کہ میں ہی یوسف ہوں۔ اور یہ میرے بھائی بنیامین ہیں۔

یوسفؑ کی خوشبو

یوسفؑ نے حمد وثنا کی اور اللہ کا شکر ادا کیا اور حکم دیا کہ میری قمیص لے جاکر ابا جان کی آنکھوں میں ڈال دو بھائیوں کا یہ قافلہ جیسے ہی مصر سے روانہ ہوا۔ ادھر کنعان میں حضرت یعقوبؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم اگر مجھے یہ نہ سمجھو کہ میں بہکی بہکی باتیں کررہا ہوں۔ تو سنو! میں تو یوسفؑ کی خوشبو محسوس کررہا ہوں۔

قمیص کو ان کی آنکھوں پر ڈالتے ہی بینائی واپس آگئی اور پھر تمام بھائیوں کے ساتھ یعقوبؑ اپنے گھر والوں کو لے کر یوسفؑ کے پاس پہنچے اور بے ساختہ سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ یہ دیکھ کر یوسفؑ نے فرمایا کہ یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جسے میں نے بچپن میں دیکھا تھا کہ چاند سورج اور گیارہ ستارے میرے آگے سجدہ کررہے ہیں۔

اس قصہ کے بہت سے مفید اجزاء طوالت کے ڈر سے پیش نہ کئے جاسکے اس لئے قارئین سے اپیل کرتا ہوں کہ اپنی پسند کے کسی عالم کے ترجمہ کے ساتھ سورہ یوسف ضرور پڑھیں اور تفسیری نکات بھی ملاحظہ فرمائیں، انشاء اللہ بہت سے چھوٹے ہوئے امور سامنے آئیں گے۔

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (۱۵۱۔۱۳)۔

امت اسلامیہ کی خصوصیت و ذمہ داریاں

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(پانچویں و آخری قسط)

جہاد کی ضرورت اور اس کے اسباب

البتہ ان میں سے جو دونوں باتوں کو نہ مانے اور دین حق کے داعیوں کی پرامن کوشش میں رکاوٹ ڈالے، اور پیغام حق کو قبول کرلینے والوں کو پریشان کرے اور حق پر عمل نہ کرنے دے اور ان کا طاقت وزور دستی سے مقابلہ کرے تو ان سے اہل حق کو مقابلہ کرکے مذکورہ دو پرامن باتوں میں سے کسی ایک بات پر مجبور کیا جائے گا یعنی وہ یا تو حق کو قبول کرلیں اور داعی حق کے پیغام میں رکاوٹ نہ ڈالیں اگر دونوں میں سے کوئی بات نہ مانیں گے تو ان سے مقابلہ کیا جائے گا اور ایک بھی بات مان لیں گے تو ان سے کوئی لڑائی نہیں، یہی وہ اصول اور طریقہ ہے جس کے مطابق جنگ کرنے کو اصلاً جہاد کہتے ہیں اور یہ امیر کے تحت کیا جاتا ہے جس کا انتخاب اسلامی طریقہ سے کیا جاتا ہے جہاد کے دائرے میں بعض دوسری شکلیں خلاً ظلم کو دور کرنے اور اپنے اوپر حملہ کو پسپا کرنے کو بھی شامل کیا گیا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اپنی خواہش یا محض ذاتی عداوت کی بنا پر نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے جنگ کرنا ہوتا ہے اس میں جان ومال کی قربانی دینا ہوتی ہے، اور اسلامی اصطلاح میں اللہ کے حکم اور اس کی رضا کے لئے جو جدوجہد کی جائے خواہ پرامن ہو اور خواہ جنگ کی صورت میں جہاد کے زمرے میں شمار ہوتی ہے، دراصل دعوت حق اور اصلاح حال اور خدائے واحد کی بندگی اختیار کرنے کے لئے اور اس کے تقاضے کے مطابق جدوجہد مقصود ہوتی ہے چنانچہ جنگ بھی اسی مقصد کے حصول کے لئے اور پرامن ذرائع کے ناکام ہوجانے کی صورت میں رکھی گئی ہے، اور مسلمانوں نے ہمیشہ اس کی پابندی کی ہے، بلکہ اسلامی تاریخ میں بھی ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ جہاد کی مذکورہ بالا دو شرطوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں کوتاہی ہوجانے پر مسلمانوں کے امیر نے مفتوحہ علاقہ کو خالی کردینے کا حکم دیدیا، اور مسلمان فوجیں مفتوح علاقوں کو چھوڑ کر واپس آگئیں اور علاقے کو اس کے پہلے حاکموں کے حوالہ کردیا، اور پھر وہ دوبارہ پرامن صورتیں دوبارہ ان کے سامنے رکھیں، اس کا اثر یہ پڑا کہ انھوں نے بخوشی دو صورتوں میں سے ایک صورت قبول کرلی، اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، اور ایسا واقعہ بھی پیش آیا کہ جہاد کی نوبت آنے پر فتح کردہ علاقے کے سابق حاکم نے یہ کہا کہ ہم خدائے واحد کی بندگی اور اس کے مطابق زندگی اختیار کرنے کا خود انتظام کریں گے تو ان کو فاتح نے حکومت واپس کردی اور علاقہ چھوڑ کر واپس آگئے اور یہ کہا کہ ہمارا مقصد اصلاً خود حکومت قائم کرنا نہیں بلکہ اللہ کے دین کو قائم کرنا ہے، وہ تم کردیا ہم کریں برا ہے، تم ہی کرو لیکن تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وقتاً فوقتاً مختلف مسلمان حاکموں نے اسلام کے مقرر کردہ اصول سے ہٹ کر اپنی ذات کے لئے اور اقتدار کی خواہش میں جنگ کی، اللہ کے دین کے قائم کرنے اور اس کے لئے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق نہیں کی ایسی جنگ جہاد نہیں ہے خواہ اس کو جہاد کا نام دیا گیا ہو، اسلامی شریعت میں جہاد وہ جنگ ہے جو اسلامی اصول کے مطابق اور اپنی خواہش کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے لڑی جائے ایسی جنگ جو اسلام کے مقررہ اصول کے مطابق اور خدا کے لئے نہ لڑی جائے تو وہ جس مقصد کے لئے لڑی جاتی ہے اسی مقصد کے لئے کہلائے گی، اسلام میں غلبہ وفتح حاصل کرنے کا مقصد قرآن مجید کی رو سے اس طرح بتایا گیا ہے "الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ" (سورۃ الحج۔ ۴۱) کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین پر اقتدار دیدیں تو نماز کے عمل کو قائم کریں گے اور (غریبوں کی مالی مدد) زکوٰۃ دیں گے اور نیکیوں کی دعوت دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے اور تمام معاملات کے نتائج خدا کے ہاتھ میں ہیں، جہاں تک جنگ کے عمل کا تعلق ہے تو وہ انسانوں کا ایک ایسا عمل ہے جو نیتوں اور مقاصد کے فرق کے لحاظ سے دنیا میں مختلف مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے، اور عموماً اپنا اقتدار بڑھانے کے لئے کیا جاتا ہے لہٰذا جب وہ کسی اعلیٰ غرض سے کیا جاتا ہے تو حقیقت حال سے ناواقف لوگوں کی نظر میں جنگ کرنے والے کی جاہ طلبی اور ذاتی اغراض کے لئے اقتدار طلبی ہی سمجھا جاتا ہے، خواہ وہ خلوص نیت سے اور انسانیت کے فائدہ کے لئے ہو لیکن نیتوں کا حال اللہ کو معلوم ہے، اور اللہ کے یہاں نیتوں کے اعتبار ہی سے معاملہ ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ایک سوال کرنے والے کے جواب میں وضاحت کی، جس نے یہ سوال کیا تھا کہ بعض لوگ بہادری دکھلانے کے لئے اور بعض لوگ جاہ وسلطنت کے حصول کے لئے جنگ کرتے ہیں، ان میں کونسی جنگ اللہ کے راستہ میں ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنگ صرف اس لئے لڑی جائے کہ اللہ کی بات غالب ہو وہی جنگ اللہ کے راستے میں شمار کی جائے گی۔

اس طرح اسلام میں جنگ اسی وقت جہاد بنتی ہے جب وہ اللہ کی بات غالب کرنے کے لئے لڑی جائے اور اس کا شرعی طریقہ وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا، اور اسی کے ساتھ جو شخص مظلوم ہو وہ اپنے اوپر ظلم کو روکنے کے لئے، اور کوئی صاحب حق جس کا حق زبردستی چھینا جارہا ہو اور جس کے ساتھ زیادتی ہوئی وہ اپنی زیادتی کا بدلہ لینا چاہتا ہو ان سب کو بھی اپنے حق وانصاف کے لئے لڑنا اور مقابلہ کرنا جائز قرار دیا گیا ہے، لیکن صرف اسی مقدار میں جتنی مقدار ضروری ہے۔

اسلام میں جہاد نفس کشی اور قربانی ہے

لیکن اسلام میں جہاد کا عمل جس میں صرف اللہ کے حکم کی تعمیل پیش نظر ہوتی ہے بہادری فائدہ یا نفس کی خواہش پیش نظر نہیں ہوتی ..... ایک مشقت کا کام اور ایک قربانی ہے اور اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے، یہ الگ بات ہے کہ خطرہ میں ڈالنے کے بعد نتیجہ اچھا نکلے اور ذاتی فائدہ بھی ہو، لیکن مجاہد اپنے نفس کے فائدہ اور محض دنیاوی غرض کو اپنا مقصد نہیں بناسکتا، اس طرح اسلام میں جہاد ایک نفس کشی اور ذاتی غرض کی قربانی کا عمل ہے، اور سب سے مشکل عمل ہے، اسی لئے اس کی بڑی فضیلت بتائی گئی ہے کہ آدمی اپنے ذاتی فائدہ یا ذاتی جذبہ سے نہیں بلکہ صرف اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال رہا ہے، یہ بڑے ثواب کا عمل قرار دیا گیا ہے، اصل فریضہ انسانیت کی اصلاح ودرستگی کی کوشش ہے، بہرحال خدا کی بندگی اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کے طریقہ کو جس کو آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر اور آخری آسمانی کتاب کے ذریعہ بتایا ہے، اس طریقہ کو پہونچانے اور پھیلانے کے لئے کوشش اور جد وجہد کے جو مناسب طریقے ہیں ان کو اختیار کرنے کی ذمہ داری اس امت پر ڈالی گئی ہے، تاکہ انسان اپنے اولین طریقہ پر چلے جو اس کے مورث حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں جاری تھا جس میں صرف ایک خدائے واحد کی بندگی کے علاوہ کسی دوسرے کی بندگی نہ تھی اس کے ساتھ ساتھ اخلاق وکردار کی درستگی اور خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً بھیجے جانے والے نبیوں کی پیروی تھی یہی دین حق ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دین مکمل کر دیا گیا، اب قیامت تک انسان کے لئے وہی فلاح کا راستہ رہے گا، اس کو اپنانے اور رواج دینے کی ذمہ داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ڈالی گئی ہے، اس طریقہ حق کو دوسروں تک پہونچانے کے مختلف ذرائع ہیں ان میں سے ایک ذریعہ علم وابلاغ کا ہے، دوسرا محبت وہمدردی کا ہے، اور تیسرا ذریعہ راہِ حق میں رکاوٹ ڈالنے والوں اور روکنے والوں سے مقابلہ کرکے اللہ کی مرضیات کا ان کو تابع بنانے یا مصالحت پر آمادہ کرنے کا ہے.....

مقابلہ کے ذریعہ میں قتال یعنی جنگ بھی آتا ہے، اور اصول کے مطابق ہو تو جہاد کہلاتا ہے، حدیث شریف میں مختصر انداز میں اس کا حکم یوں دیا گیا ہے کہ "من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان" ترجمہ: تم میں سے جو کوئی شخص نامناسب اور بری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے ہاتھ سے نہ بدل سکے تو زبان سے کرے (کہہ سن کر منع کرکے یا سمجھا کر یہ تبدیلی لائے) اور اگر اس ذریعہ سے بھی نہ کرسکتا ہو (اس کو خطرہ ہو اور الٹا اثر پڑتا ہو) تو اپنے دل اور خیال وفکر کا ذریعہ اپنائے (دل سے اس کو برا سمجھے اور اس کے بدلنے کی دل میں خواہش رکھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے (ایمان کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ بری بات کو برا سمجھے اور اس کو بدلنے کی خواہش رکھے۔

مذہب کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں جاسکتا

بہرحال اس امت کے افراد کی یہ ذمہ داری بتائی گئی ہے کہ وہ حق کو پہونچائیں، اور باطل کو روکیں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کہ دین حق کو بنانے اور اس کو منوانے میں جبر واکراہ نہیں، لہٰذا کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جاسکتا، ہاں جو دین حق کی بات پہونچانے میں رکاوٹ ڈالے اور زبردستی روکنے والے ہوں تو ان سے مقابلہ کیا جائے گا، اور یہ بات مجبوراً قتال (لڑائی) تک پہونچا دیتی ہے، مگر رکاوٹ نہ ڈالنے والے اور مقابلہ نہ کرنے والوں سے جبر وزبردستی نہیں کی جاسکتی، اس کی مثالیں برابر مسلمانوں کی جنگوں کی تاریخ میں ملتی ہیں، جب بھی صلح کی پیش کش دوسری طرف سے ہوئی تو مسلمانوں نے جنگ ترک کر دی۔

ضروری وسائل وصلاحیت

دین حق کو پہونچانے کے لئے اور انسانوں پر گواہ بننے کی ذمہ داری پوری کرنے اور مفوضہ ذمہ داری کے جو تقاضے ہوتے ہیں ان کی صلاحیت اور کارکردگی حاصل کرنے کی ذمہ داری بھی عائد کی گئی ہے۔ اس میں ایک تو علمی اور معلوماتی صلاحیت ہے جس کے ذریعہ انسانوں کی اخلاقی وفکری رہنمائی کا کام انجام دے سکے دوسرے کردار وعمل کے لحاظ سے وہ نمونہ پیش کرسکے جو اس کے امت وسط ہونے کے مقام کے شایان شان ہو اور جس میں خدائے واحد کی بندگی کا معیاری عمل ہو، اور تیسرے انسانی معاشرے میں حق وانصاف اور خیر وصلاح کی قدروں کو رائج کرنے کی کوشش ہو، چنانچہ ان تینوں حیثیتوں سے امت مسلمہ نے بڑا فریضہ انجام دیا ہے اور بڑی ذمہ داری پوری کی ہے اسی طرح علم کے میدان میں بھی غیر معمولی صلاحیت اور کردار کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ وہ کئی صدی تک دیگر قوموں کی استادرہی اور بڑی حد تک امت وسط ہونے کے تقاضوں اور ذمہ داریوں کو پورا کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ جو تمام مسلمانوں کے لئے اسوہ اور قابل پیروی زندگی ہے پوری دعوت حق کے کام میں اور حق کی ترویج ونفاذ میں گزری، نبوت کی ذمہ داری ملنے پر ۱۳ سال تکلیفیں اٹھا کر اور عداوت وایذا رسانی برداشت کرکے یہ کام انجام دیا پھر مدینہ منورہ ہجرت کرکے کام میں وسعت کی گنجائش دیکھی تو کام کو مزید قوت اور وسعت کے ساتھ انجام دیا، اور پھر اسی طریقہ کو آپ نے اپنی امت کے لئے طے فرمادیا، اولاً اپنے قریبی علاقوں میں پیغام پہونچایا پھر دور کے علاقوں میں پیغام پہونچایا، اردگرد کے حکمرانوں کو خطوط ارسال کئے جن میں فرمایا کہ خدائے واحد کی تابعداری اور دین حق کو قبول کریں، تو اس میں ہی خیر وصلاح ہے اور یہی راہ حق ہے، تو جب ان کی طرف سے انکار بلکہ سخت اور نامناسب جواب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقت کے ساتھ آگے بڑھنے کا اور جہاد کا ارادہ فرمایا، جو احتیاط اور مقررشرائط کے ساتھ آپ اور آپ کے خلفاء نے آپ کے بعد جاری رکھا، اس طرح پر جزیرۃ العرب میں اور قرب وجوار کے تمام ممالک میں حق کی آواز پہونچا دینے کی راہ نکالی جس نے حق کی بات کو اپنی زندگی میں اختیار کرنے پر رضامندی نہیں ظاہر کی اس پر جبر نہیں کیا، لیکن حق کی آواز کو روکنے والوں سے پوری جنگ کی، اور اس میں کوئی کمزوری نہیں دکھائی، اسی مقصد کے لئے مسلمانوں پر قوموں کے احتساب اور ان کے حالات کا جائزہ لے کر ان کو پیغام پہونچانے اور ان تک حق کی آواز کو پہونچانے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، اور ان کو اس پر گواہ بنایا گیا ہے۔

دہلی میں آرام وقیام کے لئے بس ایک ہی نام

ہوٹل سلام

فون: 3261619 3369586 3278973

- دہلی کے مشہور بازار نئی علاقہ میں واقع نئی بلڈنگ۔
- جدید طرز پر بنے آرام دہ کشادہ کمرے۔
- جنرٹر وی ایر کنڈیشنڈ۔
- ہر کمرے سے ملحق باتھ روم، ٹھنڈا گرم پانی فوراً میسر۔
- ہر کمرے میں ٹیلی فون، بجلی نہ ہونے پر جنریٹر کا انتظام۔
- ہر کمرے میں قرآن مجید اور پنجگانہ نماز کا انتظام۔
- رمضان المبارک میں تراویح اور سحری کا انتظام۔
- پردہ نشین خواتین کے لئے علیحدہ مخصوص کمرے دستیاب۔
- ناشتہ اور کھانے کا عمدہ انتظام۔
- ڈورمٹری میں کم قیمت پر آرام دہ بستر دستیاب۔

مناسب داموں پر عمدہ سروس ہمارا نصب العین — منیجر "ہوٹل سلام" ۸۹۹، جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

گھر سے دور آرام دہ قیام ایک ہی نام "ہوٹل سلام"

طلباء کا صفحہ

اگر فضلِ الٰہی شاملِ حال نہ ہو تو

● محمد اسامہ کاندھلوی

سعد اور سعید دونوں بھائی باپ کی جانب سے تجارت کے وارث ہوئے عرصۂ دراز تک دونوں محنت کرتے رہے، یہاں تک کہ دونوں بڑے مالدار ہوگئے۔ اور اتنا مال جمع کر لیا جس کا شمار مشکل ہے، سعد سے جب لوگ اس کی کامیابی کا راز معلوم کرتے تو وہ اس فضل وکرم کو اللہ کی طرف منسوب کرتا اور کہتا: یہ تو صرف اللہ کی توفیق سے ہے۔ میں انتھک محنت کرتا ہوں اور صحیح راہ اختیار کرتا ہوں، لیکن کامیابی تو اللہ ہی کی دین ہے۔ وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اور جب سعید سے اس سلسلہ میں دریافت کیا جاتا تو وہ اپنی فنی مہارتوں اور انتظامی صلاحیتوں کا ذکر کرنے لگتا، اور صرف اپنی ذکاوت وسمجھداری اور صلاحیتوں کو ہی کامیابی کا راز سمجھتا، کچھ ہی زمانہ گزرا تھا کہ کایا پلٹ گئی، سعد کے مال میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور سعید کا سارا مال ختم ہوگیا۔ حتیٰ کہ لوگوں سے مانگنے تک کی نوبت آگئی۔ کیا یہ بغیر سبب کے کوئی اتفاقی بات تھی؟ بلکہ یہ تو اللہ کا طے کردہ معاملہ تھا۔ تاکہ اس کی سنت پوری ہو جائے اور لوگ جان لیں کہ کچھ بھی ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ان کے حق میں لکھ دے۔ اور مہربانی تو اللہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنے کرم ورحمت سے عطا فرماتا ہے، تو اگر کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ذکاوت وصلاحیت پر غور کیا اور خیال کیا کہ اس کی کامیابی اسی سبب سے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے خیال وگمان کے حوالہ کر دیتا ہے پھر وہ دنیا وآخرت دونوں میں نقصان اٹھاتا ہے۔ اور گھاٹے میں رہتا ہے

دو باغ والے:

سورۂ کہف میں دو باغ والے کے قصے پر غور کرو اس میں سے ایک نے بہت سا مال جمع کر لیا۔ اور دو گھنے سایہ دار باغوں کا مالک بن گیا پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کو جھٹلایا اور اپنے ساتھی پر فخر وتکبر کیا اور کہا: "أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا" (ترجمہ) میں تم سے مال ودولت میں بھی زیادہ ہوں اور جتھے (اور جماعت) کے لحاظ سے بھی زیادہ عزت والا ہوں (سورۂ کہف ۳۴)

تو اس سے ایک مومن نے جواباً کہا: "وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" (سورہ کہف ۳۹) جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کیوں نہ کہا"۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "جو کچھ مال تمہارے پاس جمع ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وقوت سے ہوتا ہے نہ کہ تمہاری قدرت وقوت سے اگر وہ چاہے تو اس کی برکتوں کو ختم کر دے اور وہ جمع نہ ہو"۔

پھر تم اس طرح دوسری آیتوں میں غور کرو تو تم کو اس کا اساسی اور بنیادی محور یہی معلوم ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا یقین تھا کہ جب کفار غیب کی کچھ خبروں کے بارے میں آپؐ سے سوال کریں گے تو آپ ان کے سوالات کے جواب دے سکیں گے۔ اور یہ بات ذہن سے نکل گئی کہ آپؐ اس قدرت کو اللہ کی مشیت کے ساتھ جوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عتاب فرمایا۔ اور ایک طرح سے سزا کے طور پر وحی پندرہ دن تک روکے رکھی۔ باوجود یہ کہ آپؐ اللہ کے نبی اور مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ پھر آپؐ پر کفار کے سوالات کے جوابات نازل فرمائے مگر اس سے پہلے یہ ایک آیت نازل فرمائی۔ "وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ" (سورہ کہف ۲۳) اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا۔ مگر (انشاء اللہ کہہ کر یعنی اگر) خدا چاہے تو کر دوں گا)

علامہ قرطبیؒ اہل علم سے اس کی تفسیر نقل فرماتے ہیں: اللہ نے اپنے نبی کو اسی وقت کفار سے یہ کہنے پر (جب انھوں نے آپؐ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا) کہ "میں تمہارے سوالات کے جوابات کل دے دوں گا"۔ اس وقت آپ نے انشاء اللہ نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ نے پندرہ دن تک آپ سے وحی کا سلسلہ منقطع رکھا۔ حتیٰ کہ یہ آپ پر بہت شاق گزرا۔ اور کفار اس کو لے کر اڑنے لگے۔ تب آپؐ پر

یہ سورۃ نازل ہوئی جس نے آپ کے بوجھ کو ہلکا کیا۔ اور اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ اگر آپ کسی معاملہ میں یہ کہیں کہ "میں یہ کام کل کر دوں گا" تو اس کے ساتھ اللہ کی مشیت کو ضرور جوڑ دیں۔

"علم میں سب پر فائق"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیال کیا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انھوں نے اس فضل وکمال کو اس کی طرف منسوب نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی طرف ان کی رہنمائی کی جو ان سے بڑا عالم اور ان سے زیادہ اللہ کے فضل کا اعتراف کرنے والا تھا۔

صحیحین میں ابن ابی کعب رضؓ سے مروی ہے۔ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے، سامعین میں سے کسی نے سوال کیا کہ اس وقت کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! "میں ہی ہوں" ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ سوال کیا گیا کہ کیا آپ اپنے سے بڑے کسی عالم کو جانتے ہیں؟ جواب دیا نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب وتنبیہ فرمائی کیوں کہ انھوں نے علم کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ جو مجمع البحرین (جہاں دو دریاؤں کا سنگم ہے) پر ہے وہ تم سے بڑا عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب! میں اس سے کیسے ملاقات کر سکتا ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے ساتھ ایک تھیلے میں مچھلی رکھ لو اور اس کو جہاں غائب پاؤ بس سمجھ لینا کہ یہ وہیں ہے پھر آگے حدیث میں پورے قصے کی تفصیل ہے یہاں اس کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔

علامہ قسطلانیؒ نے اس سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنبیہ اور ان کے بعد کے لوگوں کی تعلیم کی غرض سے عتاب فرمایا کہ کوئی شخص خود ستائی میں انکی اقتداء نہ کرے کہ کہیں وہ اس سے ہلاک ہو جائے کوئی شک نہیں کہ اس قصہ میں بڑے بلیغ اسلوب میں اس شخص کو تنبیہ ہے جو یہ کہے کہ: میں خلق خدا میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں: اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس صرف تادیب کے لئے بھیجا گیا تھا نہ کہ تعلیم کے لئے۔

جہاں تک ذوالقرنین کا تعلق ہے تو وہ اپنی طاقت کے حدود کو جانتا تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ طاقت اس وقت تک کچھ بھی کام نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ نہ کر دے تو ذوالقرنین سے فصیل بنانے کے لئے کہا گیا۔ تو انھوں نے کہا: "میرے رب نے جو کچھ مال میری قدرت میں دیا ہے وہ بہت کچھ ہے" پھر اس کے بعد اس بات کی صراحت کرتے ہوئے کہا کہ: یہ میرے رب کی رحمت ہے۔

کام شروع نہ کیا نہ ابتداء میں یہ کہا کہ "میں قادر قوی ہوں" اور نہ انتہا میں یہ کہا کہ یہ زبردست دیوار میں نے اپنے علم کے بل بوتے پر بنائی ہے بلکہ ان دونوں حالتوں میں معاملہ کو خالق وتدبیر مالک الملک اللہ عزوجل کے سپرد کر دیا، ان آیات کی تفسیر میں سید قطب تحریر کرتے ہیں۔

جب ذوالقرنین نے اس زبردست کام کو دیکھا جو اس نے انجام دیا تھا تو اس کو تکبر وغرور نہیں ہوا۔ اور نہ طاقت وعلم کا نشہ چڑھا۔ بلکہ اس نے اللہ کو یاد کیا۔ اور اس کا شکر ادا کیا۔ اور جس علم خیر کی اللہ نے اسے توفیق دی تھی اسے خدا کا احسان گردانا اور اپنی قوت سے صرف نظر کر کے اللہ ہی کی قوت پر نظر رکھی اور معاملہ اس کے سپرد کر دیا۔ وہ ہر اس خیر کو جس کو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں انجام دیتا تھا۔ اللہ کی رحمت وفضل قرار دیتا اور اپنے اقتدار کے وقت بھی اللہ کی قدرت وطاقت کو نہ بھولتا اور یہ بات کبھی اسے کبھی فراموش نہیں ہوتی کہ ایک دن اس کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

یہ خدا کا فضل ہے:

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی کیا۔ جب قید خانے میں اپنے دونوں ساتھیوں کو خواب کی تعبیر بتائی تو اللہ کے فضل کا اعتراف کیا۔ اسی نے اس کو خواب کی تعبیر کا علم دیا" قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَن يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي" حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا جو کھانا تم کو ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائیگا کہ میں اس سے پہلے تم کو ان کی تعبیر بتا دوں گا یہ ان (باتوں) میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہے۔ (سورۂ یوسف، ۳۷) پھر اس بات کا ذکر کر کے خدا کا فضل وکرم

یاد کیا کہ ان کو اور ان کے باپ دادا کو اللہ نے حق کی طرف رہنمائی کی۔" فرمایا مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۔ ہمیں شایانِ شان نہیں ہے کہ کسی چیز کو خدا کے ساتھ شریک بنائیں۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ ہم پر بھی۔ اور لوگوں پر بھی لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے (سورۂ یوسف ۳۸)

پوری بات کا خلاصہ اس مختصر سی آیت میں واضح اور ظاہر ہے۔ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے اس آیت میں دوٹوک اعلان ہے کہ ہر خیر و نعمت جو انسان کو پہنچتی ہے اس کا مرجع و منبع اللہ ہی ہے ایمان و اسلام کی نعمت، جسم کی صحت، رزق کی وسعت، اور تم کو عطا کردہ مال و اولاد سب کا سب اللہ کی طرف سے ہے اور اپنے بندوں پر محض اس کا احسان ہے تم پر اس کے تمام انعامات کا شکر واجب ہے۔

اے لوگوں تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ جب یہ بات تمہارے دل میں جم جائے گی اور تمہاری زبانیں اس کا برملا اظہار و اعلان کرنے لگیں گی۔ تو خدائے مہربان یہ احسان و انعام ہمیشہ جاری رکھے گا۔ لیکن اگر تم گمان کرتے ہو کہ تمہاری نجاح و فلاح اور صناعت و عمل، تمہاری قوت و قدرت اور ذکاوت و مہارت کا نتیجہ ہے۔ تو جلد ہی خدا اپنی مہربانی کو روک دے گا اور تم کو تمہاری قوت و ذکاوت کے حوالے کر دے گا۔ تو تم میں کون چاہتا ہے کہ مسبب الاسباب کے بدلے کمزور ترین سبب لے اور کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ رب العباد کی تدبیر کی جگہ بندوں کی تدبیر آجائے۔

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر اور اپنا پتہ
صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

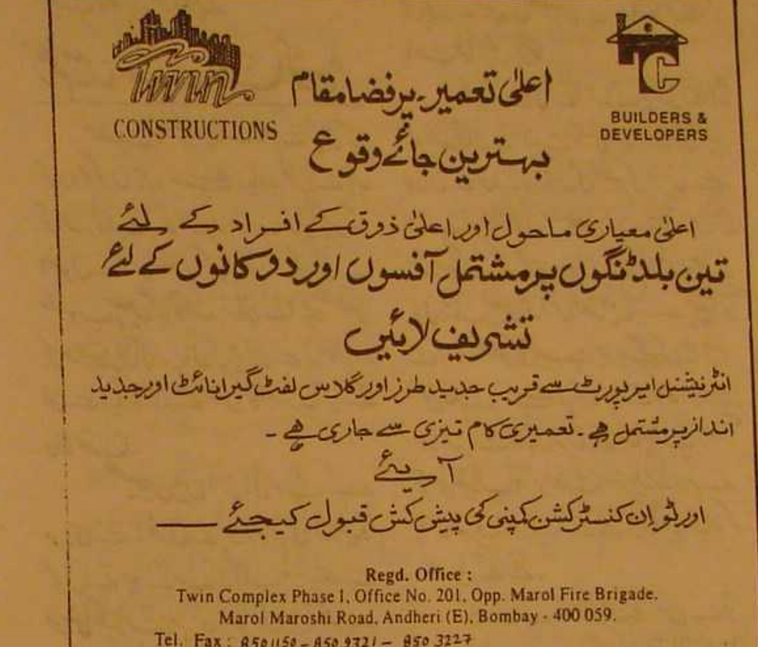

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب: قادیان سے اسرائیل تک
تالیف بسعی و اہتمام: مولانا سمیع الحق صاحب
صفحات: ۲۲۴، سائز: ۱۸×۲۲/۸، قیمت: ۶۰ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ رشیدیہ محلہ مفتی، سہارنپور (یوپی)

سیاسی تحریک مذہبی روپ، یہودی مسیح موعود، سامراجی صیہونی آرکار، نئے مبلغ نئے نقطے، عالمی استعمار کے گماشتے، جنگ عظیم اور قادیانی تخریب کار، تحریک پاکستان اور قادیان، اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین وغیرہ کتاب کے اجمالی عنوانات ہیں۔

تحریک قادیانیت کی تاسیس میں کون سے خفیہ ہاتھ نے کام کیا؟ برطانوی سامراج اور یہودی قوم پرستوں نے ہندوستان اور عالم عرب میں تخریب کاری کے لئے اس سیاسی تحریک کے پلیٹ فارم کو کیسے استعمال کیا؟ قادیانی مشن استعمار کے زیر تسلط ممالک میں کیا کردار ادا کرتے رہے؟ اسرائیل کے قیام اور تعمیر کے المیہ میں قادیانیوں نے کن کن زادیوں سے مالی و جانی خدمت کی؟ یہ اور ایسے بہت سے سوالات کے جوابات زیر نظر کتاب میں صاحب کتاب نے تحریر کئے ہیں۔ گویا کہ مولانا سمیع الحق صاحب نے اس کتاب میں برطانوی اور صیہونی سامراج اور قادیانیوں کے باہمی گہرے روابط و تعلقات اور ان کی اسلام دشمنی کی مشترکہ سرگرمیوں اور شرمناک سیاسی کردار کا بارہ ابواب پر مشتمل مستند و واضح اور تحقیقی جائزہ پیش کر دیا ہے۔

کتاب لکھنے کا مقصد اور غرض و غایت اسلام کے خلاف سامراجی اور قادیانی سازش اور مذہب کے نام پر پھیلائے گئے شرمناک سیاسی کاروبار کی حقیقت سے ملت اسلامیہ کو متعارف کرانا ہے۔

یہ کتاب رد قادیانیت کے موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے خصوصاً اور عام مسلمانوں کے لئے عموماً ایک قیمتی تحفہ ہے۔

باری تعالیٰ کتاب اور صاحب کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

نام کتاب: پنڈت آنند نرائن ملا، حیات اور شاعری
مصنف: ڈاکٹر عبدالرشید ظہیری
صفحات: ۳۱۲، سائز: ۱۸×۲۲/۸
قیمت: ۱۵۰/- روپے
ملنے کا پتہ: نصرت پبلشرز حیدری مارکیٹ نزد گل مرگ ہوٹل امین آباد لکھنؤ

پنڈت آنند نرائن ملا اردو زبان کے ایک بلند پایہ شاعر اور ادیب تھے۔ ان کی شاعری قدیم روایات سے انحراف کے بجائے عہد جدید کے تقاضوں سے بھی میل کھاتی ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ انسان دوستی، احترام آدمیت، سماجی و معاشرتی اصلاح اور حب الوطنی کا درس دیا۔

ڈاکٹر عبدالرشید ظہیری نے ملا صاحب کی شخصیت اور فن شاعری کو اپنی تحقیق و تصنیف کا موضوع بنایا، زیر نظر مقالہ (کتاب) اسی کا نتیجہ ہے۔

ظہیری صاحب نے زیر نظر کتاب میں آنند نرائن ملا کے نقوش حیات، قانونی، سیاسی، سماجی ادبی قومی اور وطنی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی غزلوں کا تنقیدی تجزیہ اور نظم نگاری کا جائزہ پیش کر کے ان کا ادبی مقام اور مجموعی ادبی حیثیت متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔

ملا صاحب کی شاعری صرف قدامت پرستی جدت طرازی یا ترقی پسندی کے خانوں میں بٹی ہوئی شاعری نہیں ہے بلکہ فکر و نظر کا ایک تسلسل، دور بینی، جذبات کا توازن، زبان کی سنجیدگی، دلسلاست اور آفاقیت اس کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

ملا صاحب کے یہ اشعار ہندوستان و پاکستان میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے کیونکہ یہ صرف ملا صاحب کے دل کی بات نہیں بلکہ ہر ہندوستانی کے دل کی دھڑکن ہے ؎

پھر اک تجدید الفت کا ترانہ لے کے آیا ہوں
میں کیا آیا ہوں اک گذرا زمانہ لے کے آیا ہوں
بہ نام خطۂ اقبال، خاک میر و غالب سے
سلام شوق و نذر دوستانہ لے کے آیا ہوں
فقط تھوڑا سا زمزم اس کے بدلے میں مجھے دیدو
میں گنگا کے دہانے کا دہانہ لے کے آیا ہوں

صاحب کتاب نے ملا صاحب کی علمی دیانتداری اور غیر جانبدارانہ روش کو ملحوظ رکھتے ہوئے ملا شناسی کی راہ ہموار کی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب علمی اور ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

ندوہ کے شب و روز

حضرت مولانا مدظلہم کی علالت و صحتیابی

چند جھلکیاں

● سید محمود حسن حسنی ندوی

رمضان المبارک کی تعطیل کلاں کے بعد ۹ر شوال ۱۴۱۹ھ کو دارالعلوم کھل گیا اور قدیم و جدید طلبہ کی آمد اور داخلے شروع ہوگئے۔ ۲۱ر شوال تک داخلوں کی کارروائی تقریباً مکمل ہوگئی اور ۲۲ر شوال سے تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ کچھ ہی ہفتوں کے بعد طلبہ کی النادی العربی اور دیگر انجمنوں کے انتخابات اور ان کی سرگرمیاں بھی شروع ہوگئیں فروری کی آخری اور مارچ کی ابتدائی تاریخوں میں رابطۂ ادب اسلامی کا جلسہ بنگلور میں منعقد ہوا۔ جس کی تفصیلات شائع ہو چکی ہیں۔ اس موقع پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ نے بھی ضعف پیری اور بیماری کی نقاہت کے باوجود سفر کیا جو متعدد پروگراموں مختلف مقامات کا بذریعہ کار سفر کرنے کے سبب بہت ہی تھکا دینے والا سفر تھا۔ دو ہفتہ کے بعد حضرت والا کی واپسی ہوگئی ذی الحجہ کی کی تاریخیں شروع ہی ہوئی تھیں دارالعلوم کی چہل پہل شباب پر تھی کہ حضرت مولانا پر جزوی فالج کا حملہ جسم مبارک کے دائیں جانب ہوا۔ جس نے اساتذہ۔ طلبہ اور دیگر کارکنان دارالعلوم کو حواس باختہ کر دیا۔ پورے دارالعلوم پر ایک عجیب اداسی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ ہر آن حضرت کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ہر شخص بے تاب رہتا، مہمان خانہ کے پاس طلبہ کا... ایک ہجوم رہتا اور مہمان خانے سے نکلنے والے استاذ سے بے تابی کے ساتھ خیریت معلوم کرتا، بیماری کے پہلے ہی دن خبر عام ہوگئی بیرون ملک بھی خبر پہنچ گئی جو جہاں تھا حضرت کی..... صحت کے لئے دعا و تضرع میں مصروف ہوگیا۔ مساجد و مدارس میں دعاؤں کا اہتمام ہوا۔ اور اللہ رب العزت نے نے اپنے کرم بے پایاں سے حضرت کی صحت میں بہتری پیدا فرمانی شروع فرمادی۔ اور اس کا احسان ہے کہ صحت برابر بہتری کی طرف چل رہی ہے اللہ تعالیٰ اس سایۂ رحمت کو تادیر قائم رکھے۔

زمانۂ علالت کی کچھ تفصیلات درج ذیل ہیں۔

۱۷ر و ۱۸ر مارچ کی اخیر شب کو حضرت مولانا پر شدید کمزوری کا غلبہ ہوا۔ اور ایسا ہوا کہ ہر شخص ہراساں و پریشان تھا کہ عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ دماغی امراض کے ماہر فزیشین ڈاکٹر کار کو بلایا گیا وہ بھی گھبرائے نظر آئے اور آخر یہ کہہ بیٹھے کہ ایسی عظیم شخصیت کا علاج ہم نہیں کریں گے۔ انھیں سنجے گاندھی انسٹی ٹیوٹ لے جایا جائے۔ آخر ایکسرے وغیرہ لینے کے بعد ڈاکٹروں کی ٹیم پورے طور سے متوجہ ہوئی۔ اور ڈاکٹر مس دیویکا ناگ جو دماغی امراض کی ماہر ترین فزیشین ہیں اور ماہر امراض قلب ڈاکٹر منصور حسن کی رہنمائی میں علاج شروع ہوا۔ ڈاکٹر نظر احمد صاحب جو خصوصی معالج ہیں ڈاکٹر محمد غوث قریشی اور ان کے بھائی ڈاکٹر عرفان... قریشی (سحر نرسنگ ہوم) ڈاکٹر کرنل شمشی صاحب اور ڈاکٹر عبدالمعبود خاں صاحب (گرین کراس نرسنگ ہوم) نے اپنے اوقات کو اس طرح منضبط کیا کہ ایک نہ ایک وقت ضرور..... موجود رہتا تھا۔ اور ایسا بھی ہوا کہ بعض اوقات سارے ہی لوگ جمع رہے، ہومیوپیتھ علاج بھی ساتھ چلتا رہا۔ ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب اور ڈاکٹر نسیم احمد صاحب کی تجویز کردہ دوائیں ہوتی تھیں۔ ڈاکٹر خلیل اللہ صاحب جو امراض قلب کے کل ہند سطح پر بڑے ڈاکٹر ہیں خود دہلی سے آئے اور عرض کیا کہ حضرت بڑی عنایت ہوگی کہ دہلی اپولو ہی چلیں وہاں پر (۱۰) روزہ کر آپ بخیریت انشاء اللہ واپس آجائیں گے۔ مگر حضرت مدظلہ کسی بھی طرح ندوہ چھوڑ کر جانے کو تیار نہ ہوئے، حالانکہ تین چار لوگوں کی طرف سے جہاز کی پیشکش تھی کہ اس کے ذریعہ سے اقرباء اور خدام کے ساتھ دوسرے بڑے شہر چلے چلیں۔ حکومتی سطح پر بھی یہ پیش کش ہوئی اور شخصی طور پر بھی، بیرونی طور پر بھی اندرونی طور پر بھی مگر حضرت مدظلہ یقین و توکل کے پہاڑ بنے رہے۔ اور یہ پیشکش کسی طرح قبول نہ کی جبکہ سبھی ڈاکٹروں کی رائے بھی یہی تھی۔ خصوصی معالج ڈاکٹر نظر احمد صاحب نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا ہم تیس سال سے حضرت کی بات مان رہے ہیں اور انھیں کے مشورہ پر چل رہے ہیں لہٰذا اس وقت جو وہ فرمائیں گے اسی پر عمل کرنا ہے خدا کے فضل سے پھر دھیرے دھیرے فائدہ ہونا شروع ہوا۔ اور اللہ نے اپنے اس برگزیدہ بندے کے فیصلہ کو صحیح کر دکھایا کہ ان

کی سو تحاً صد فی صد صحیح ہے کہ شفا دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ باقی اطباء ذرائع ہیں اور وہ اللہ یہاں موجود ہے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی کے صاحبزادے قاری مشتاق احمد صاحب نے بھی اس سلسلہ میں بڑی فکر اور تعلق کا ثبوت دیا۔ پٹنہ سے ڈاکٹر احمد عبدالحی (مشہور سرجن) کانپور سے ڈاکٹر نعیم حامد صاحب، بمبئی سے ڈاکٹر قمرالدین (سرجن) بھی آئے۔ اور ان کے مشورے بھی لئے گئے، ندوہ کے مہمان خانہ نے شفاخانہ کی شکل اختیار کرلی اور ایک اچھے اسپتال میں جو سہولیات فراہم کی جاسکتی تھیں وہ سب یہاں فراہم کی گئیں۔

یہ خصوصی اہتمام سے زیادہ بہتر اسپتال ثابت ہوا کہ اس میں کوئی نماز بغیر جماعت کے ادا نہیں کی، تہجد اور ضحیٰ کا بھی پورا اہتمام رکھا طہارت میں شک بھی ہوا تو اس کو دور کرایا اور ایک مانوس جگہ سے غیر مانوس جگہ جانے سے بچ گئے۔ دعائیں تو پوری دنیا میں خوب ہوئیں ہر طرف ہوئیں۔ حرم شریف میں بھی خوب دعائیں کی گئیں۔ صدر ائمہ حرم شیخ محمد بن عبداللہ سبیل نے عیادت کا خط بھی ارسال کیا۔ ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف صاحب نے فون سے خیریت معلوم کی شیخ محمد ناصر العبودی نے بھی خط بھیجا۔ شیخ محمد علی دولہ اور شیخ عبدالقدوس ابوصالح کے برابر فون آتے رہے، ڈاکٹر عباد الرحمن نشاط صاحب، پروفیسر ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ سے تشریف لائے اور بقرعید کے دن اپنے شیخ و مرشد کے پاس گزار کر واپس گئے۔ بمبئی کے عبدالعزیز بزاز صاحب جو کہ حج کا ارادہ کر چکے تھے مگر اپنے شیخ کی تشویشناک بیماری کی خبر سن کر ایسے بے حال ہوئے کہ حج کے قابل نہ رہے اور ندوہ پہنچ کر سکون حاصل کیا اور حج کو اگلے سال کے لئے ملتوی کیا، مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی کے ذمہ دار حضرات حج پر تھے وہیں سے برابر فون کے ذریعہ خیریت معلوم کرتے رہتے تھے اور کچھ اہم لوگوں کو ہر گھنٹہ سے مزاج پرسی کے لئے تکھنؤ جانے کی تاکید کی اور وہ لوگ اس مقصد کے لئے آئے، حکومت دبئی کی طرف سے بھی خیریت معلوم کی گئی۔ دارالعلوم دیوبند میں دعاؤں کا اور ختم کا خصوصی طور پر اہتمام کرایا گیا اور مولانا ہارون قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم کے کئی فون اور خط مزاج پرسی کے آئے۔ مولانا سید ارشد مدنی صاحب، مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب جو دارالعلوم کے بڑے اساتذہ میں ہیں عیادت کو آئے، دارالعلوم وقف کے مہتمم مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دو بار تشریف لائے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے حضرت کو بڑی حد تک شفا عطا فرمادی ہے یہ اللہ کا ہم سب پر بڑا فضل ہے ابھی حضرت کی امت کو ضرورت ہے، مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی ناظم جامعۃ الرشاد نے عرض کیا کہ حضرت! ہم لوگ تو یہ دعا کر رہے تھے کہ اگر ہم لوگوں کی عمروں میں سے کچھ حصہ آپ کو مل سکتا ہو تو مل جائے۔ اس لئے کہ امت کو ضرورت آپ کی ہے، مفسر قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب آئے اور خاصا وقت گذار کر گئے، اپنے مرشد محترم کی صحت کے لئے بلک بلک کے رو رو کر دعائیں مانگتے رہے۔ اور کہتے تھے حضرت خود امت ہیں۔ جیسے قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم کے متعلق کہا گیا تھا "كَانَ اِبْرٰهِيْمَ اُمَّةً" جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ذمہ دار مولانا وقار احمد صاحب خود تشریف لائے۔ اور ایک دن رہے، اور مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہم نے بذریعہ خط خیریت معلوم کی اور مولانا سید محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کے مزاج پرسی کے لئے مدینہ طیبہ سے فون آتے رہے، وہ سفر پر گئے ہوئے ہیں حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی سفر پر تھے ان کے فرزند گرامی مولانا نور الحسن راشد صاحب آئے اور دو دن رہے۔ مشہور ملی و سماجی کارکن اور مصلح مولانا محمد عبیداللہ مچھلی صاحب اجراڑوی دو بار آئے اور دو دو دن رہ کر گئے کانپور کے قاضی شہر مفتی منظور احمد مظاہری۔ مولانا افتخار احمد اور مولانا عبدالقیوم مظاہری اور بنارس کے مفتی ابوالقاسم بھی آئے، دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے آنے کے لئے اپنا قیمتی وقت نکالا۔ الہ آباد سے حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کے داماد قاری مبین صاحب ایک جماعت کے ساتھ آئے اور اورنگ آباد جامعہ کاشف العلوم سے مولانا ریاض الدین صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ دو بار آئے، مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی نے اس کے لئے سفر کیا، جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب نے جب سے خبر سنی بے قرار رہے آخر اپنے محبوب قائد و عالم ربانی کو دیکھ کر تسلی و تسکین حاصل کی۔ کہنے لگے حضرت کو دیکھ کر سکون ملا حضرت کی دنیا میں نظیر نہیں ہے۔ وندے ماترم کے سلسلے میں حضرت کے صرف ایک بیان سے جو مسلمانان ہند کو فائدہ پہونچا ہے بڑی سے بڑی تحریک اور الیکشن سے یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی مرحوم کو حضرت سے بے انتہا لگاؤ و عقیدت رہی ہے وہ ہوتے تو یقیناً تڑپ جاتے۔ ان کے صاحبزادگان خصوصاً مولانا حبیب احمد صاحب خبر سنتے ہی آئے اور بعد میں بھی خیریت لیتے رہے اور حاضری دی۔ ریاض سے مولانا سعید مرتضیٰ صاحب ندوی نے بس قدر فون کئے اتنا کوئی اور نہیں کر سکا ہمیں

بھی ان کے آتے رہے، کراچی سے عطیہ خلیل عرب صاحبہ کا فون آیا تو بس وہ روتی ہی رہیں، پھر کچھ قابو میں آئیں تو خیریت معلوم کر سکیں۔ یہ حضرت مدظلہ کے استاذ خاص شیخ خلیل عرب صاحب مرحوم کی صاحبزادی اور بڑی پڑھی لکھی خاتون ہیں۔ محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب نے کراچی سے فیکس ارسال کر کے اپنے تأثر کا اظہار کیا۔ اور برابر خیریت تعلق والوں سے معلوم کرتے رہے۔ یہ حضرت مولانا مدظلہ کے مجاز بیعت وارشاد بھی ہیں، راولپنڈی سے مفتی سعید صاحب کے فون آئے۔ اور انھوں نے لاہور کے پیر طریقت شاہ نفیس الحسینی صاحب کی فکر و دعاؤں کے اہتمام کا ذکر کیا۔ ڈاکٹر رضوان علی ندوی کے برابر فون آتے رہے۔ یہ ممتاز اسلامی محقق و مصنف ہیں۔ ناظم مجلس نشریات اسلام کراچی جناب مولانا فضل ربی صاحب مع فرزند خود تشریف لے آئے اور گولڑہ شریف اسلام آباد کے پیر نصیر الدین صاحب نصیر جو پیر محمد علی شاہ صاحب کے پڑپوتے ہیں پوری ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے اور زیارت و عیادت کر کے واپس ہوئے۔ پاکستان سے ایسے محبین کے بھی فون آئے جن کی کوئی واقفیت نہیں، مگر معلوم ہوا کہ محبت کا چشمہ ان کے قلب میں ابل رہا ہے۔ قاری رشید الحسن صاحب خطیب جامع مسجد نیوٹاؤن کے کراچی سے متعدد فون آئے اور وہ آنے کے خواہشمند بھی ہیں۔ بنگلہ دیش سے مولانا سلمان صاحب مولوی ذوالفقار خبر سنتے ہی آئے اور کئی روز رہ کر حضرت کی دعائیں لے کر واپس گئے۔ مولوی ابوالرضا، نظام الدین ندوی الجامعۃ الاسلامیہ چاٹگام کے ذمہ داران کی ایک ٹیم کے ساتھ آئے۔ دارالعلوم کے معتمد تعلیمات جناب مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی نے جو چند ہی دنوں قبل ندوہ سے حجاز پہنچے تھے اور کئی اہم ضروریات درپیش، متعدد خانگی تقاضے سامنے تھے۔ مگر حضرت مدظلہ کی علالت کی خبر جیسے ہی ملی بس اسی وقت لکھنؤ سفر کا عزم کر لیا۔ اور دوسرے دن لکھنؤ پہنچ گئے، ایسا ہی معاملہ ہمارے انجینئر محمد عثمان صاحب کا رہا انجینئر عثمان صاحب ۸، ۹ روز ٹھہر کر نیویارک روانہ ہوئے حضرت کے بڑے ہی مزاج شناس ہیں۔ محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ سفر حج پر ہیں۔ انھوں نے وہاں فون سے حضرت کی خیریت معلوم کی اور آپ کے گھر سے برابر خیریت معلوم کی جاتی رہی اور ختم کا بھی اہتمام کیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے خاندان میں بھی ختم وغیرہ کا اہتمام کیا گیا اور برابر فون سے رابطہ رکھا گیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان بھی متوجہ رہا آپ کی اہلیہ صاحبہ مخدومہ نے مزاج پرسی کے لئے اپنے صاحبزادے مولانا سید ارشد مدنی صاحب کو بھیجا حضرت مدظلہ

حضرت مدنی کے بڑے مداح و معترف اور قدردان ہیں، حضرت کی طبیعت حالانکہ خاصی ناساز تھی مگر اس نسبت سے مولانا ارشد میاں کے لئے اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اٹھا جا نہیں رہا تھا۔ بڑی مشقت سے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیکر اپنے دل کو تسکین پہونچائی۔ مولانا ارشد میاں حضرت کو اٹھنے نہیں دے رہے تھے۔ بلکہ اس کے بدلے میں خود پیشانی کو دو تین بار بوسہ دے کر عقیدت و محبت کا اظہار کیا، حضرت نسبتوں کا بڑا خیال فرماتے ہیں، اس شدید علالت میں بھی مولانا اس کا پورا استحضار رکھے ہوئے تھے ڈاکٹر نشاط صاحب چونکہ مکہ مکرمہ سے آئے تھے بار بار ان کو پوچھتے ان کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے اور ان کو بلاتے، فرماتے کہ کہاں ہم اور ... کہاں یہ نکہت گل، مکہ مکرمہ سے آئے ہیں۔ جہاں کی خاک ہمارے سر پر، اور یہ کہکر آبدیدہ ہو جاتے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی سے فرمانے لگے دارالمصنفین سے ہم کو جیسا تعلق تھا ویسا ہی ہے، جس تعلق و محبت کا لوگوں نے اس بیماری میں اظہار کیا اور جیسے دعاؤں کے ختم وغیرہ کا اہتمام کیا اس کا بھی حضرت پر بڑا اثر تھا۔ جب حضرت کی طبیعت کچھ اور بہتر ہوئی اور مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کا خط سنایا گیا۔ اور قاضی مجاہد الاسلام کا پیغام سنایا تو حضرت کی آواز بھرا گئی فرمانے لگے یہ سب ہمارے دوست ہیں، مہمانوں کے قیام وطعام کی بھی حضرت کو بڑی فکر تھی، بار بار ان حضرات کی صحیح فکر رکھنے کی متعلقین اور تیمارداروں کو تاکید کرتے اور اس کی بھی تاکید فرماتے رہے کہ ہمارے مہمانوں کا بار ندوہ پر ذرا بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ سارا خرچ ہمارے ذمہ ہے اور الحمد للہ ایسا ہی ہوا۔ آنے والوں میں مولانا محمد کلیم صدیقی پھلتی بھی ہیں ان کا لکھنؤ اور مظفر نگر آنا جانا ایسا لگا رہا کہ جیسے ایک ہی شہر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں۔ اسی طرح رائے بریلی کی مسجد دائرہ کے مؤذن یار محمد کو نظر انداز اس طور پر نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد خیریت معلوم کرنے کا ایسا اہتمام کرتے کہ ان کا خطاب ہی یہاں پنجوقتہ نمازی پڑ گیا تھا۔ ہر نماز کے بعد فون پر خیریت معلوم کرنا انھوں نے اپنے لئے فرض سمجھ لیا تھا۔ عیادت کے لئے آنے والوں میں مولانا احمد علی قاسمی صاحب جنرل سکریٹری مسلم مجلس مشاورت، مولانا ولی رحمانی صاحب سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ مونگیر، مولانا سید

نظام الدین جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، مولانا عزیز الحسن صاحب غازی پوری صدر مدرسہ دینیہ غازی پور، جناب انیس چشتی صاحب پونہ، جسٹس صغیر احمد صاحب، شیعہ عالم و رہنما جناب ڈاکٹر کلب صادق صاحب، جماعت اسلامی کے مولانا سراج الحسن صاحب، مولانا محمد شفیع مونس صاحب، مولانا رفیق القاسمی صاحب بھی آئے۔ جامعہ سلفیہ بنارس، جمعیۃ علمائے ہند مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کے ذمہ داران کی طرف سے بھی فون آئے اور خیریت معلوم کی جاتی رہی جس سے معلوم ہوا کہ یہ سارے ہی لوگ اور ہر طبقہ و مکتبۂ فکر کے لوگ متشوش و متفکر تھے، اس بات نے دعاؤں کی طرف لوگوں کو خوب متوجہ کیا اور عمومی طور پر، و اجتماعی طور پر دعاؤں کا خوب اہتمام کیا گیا مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب ناگپور نے بتایا کہ مہاراشٹر کی عیدگاہوں میں بھی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔ اور ایسے ہی دوسری ریاستوں سے بھی اطلاعات ملیں۔ دیگر ممالک میں بھی تعلق والوں نے اس کا اہتمام کروایا۔ اخبارات اور میڈیا بھی ادھر متوجہ رہا سیاسی اعتبار سے دیکھیں تو بھی عجیب مقبولیت نظر آئی۔ مسز سونیا گاندھی کا خط لے کر نرائن دت تیواری پہونچے، ممتا بنرجی، نریش اگروال، ریاستی کابینی وزیر، لوک پتی ترپاٹھی، اور ملائم سنگھ یادو سابق وزیر دفاع، احمد حسن صاحب سابق چیئرمین اقلیتی کمیشن، اور پھر آخر میں وزیر اعظم ہند اٹل بہاری باجپئی اپنی ٹیم کے ساتھ جن میں گورنر یوپی، وزیر اعلا یوپی، ریاستی صدر بی۔ جے۔ پی اور نریندر موہن (بانی دینک جاگرن) لال جی ٹنڈن ریاستی وزیر سب ہی عیادت کے لیئے ۲۸ مارچ کو اس درویش کے مستقر پر نیازمندانہ حاضر ہوئے اور خیریت دریافت کر کے نصیحتیں سنتے رہے اور ۱۵ منٹ بیٹھ کر واپس ہوئے۔ سابق گورنر بہار یونس سلیم صاحب بھی دوبار آئے، سید حامد صاحب سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے خط بھیج کر تأثر کا اظہار کیا اور خیریت معلوم کرتے رہے۔ جناب محمود الرحمٰن صاحب حال وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے فون اور خط کے ذریعہ سے رابطہ قائم رکھا۔ سابق ریاستی وزیر صحت مختار انیس صاحب بھی آتے رہے۔ جبکہ یہ خود مریض ہیں، سیتاپور کے ایوبی صاحب جن کا چلنا پھرنا سخت دشوار ہے سفر کی مشقت اٹھا کر صرف ایک جھلک دیکھ کر چلے گئے اور شدید تأثر کی وجہ سے مل نہ سکے جس طرح زیارت و عیادت کے لئے آنے والوں کا تانتا بندھا تھا۔ اور خیریت معلوم کرنے والوں کا حال اور دعا وغیرہ کے اہتمام کی جو اطلاعات ملیں اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ایسے ہی بندے کے لئے حکم الٰہی ہوتا ہے کہ یہ ہمیں محبوب ہے تم سب اس سے محبت کرو اور جبرئیل امین علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ وہ ندا لگائیں اور ساری خلق اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔

ادھر ایک مہینہ کے ندوہ کے شب و روز بس یہی دیکھنے میں آئے۔ اور انہی حالات کو دیکھ کر اسلامک فقہ اکیڈمی والوں نے یہاں کا سمینار پٹنہ منتقل کر دیا جو ۱۶، ۱۷ اپریل کو امارت شرعیہ پھلواری شریف میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے بھی شرکت کا ارادہ کیا اور ان کا ویزا لکھنؤ آنے کا بھی تھا، سمینار میں شرکت فرما کر اب ندوہ آنے کا پروگرام رکھتے تھے کہ اچانک کراچی سے فون سے یہ اطلاع ملی کہ ان کے مدرسہ دارالعلوم کراچی کے صدر مدرس و شیخ الحدیث اور خود ان کے استاد مولانا سبحان محمود صاحب کا حادثۂ وفات پیش آگیا۔ چنانچہ فوری طور پر ندوہ کا پروگرام ملتوی کر کے کراچی روانہ ہوئے، لیکن ایرپورٹ سے مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع صاحب سے فون پر معذرت کر کے حضرت اقدس دامت برکاتہم کو اطلاع اور سلام پہنچانے کو کہا۔

بنگلور، حیدرآباد، دہلی، مدراس، کلکتہ منگلور، میسور، اور دوسرے شہروں سے بھی آنا جانا لگا رہا۔ میر مقصود علی خاں مدیر اعلیٰ روزنامہ سالار، مفتی اشرف علی صاحب جامعہ سبیل الرشاد، مولانا مصطفیٰ رفاعی صاحب ندوی بنگلور سے ... اور بنگلور ہی سے جعفر شریف صاحب جو مرکزی وزیر ریلوے رہ چکے ہیں ضیاء اللہ شریف صاحب جو بنگلور کے بڑے بلڈر ہیں، سید بیری صاحب، حسن موسیٰ سیٹھ صاحب اور بمبئی کے لوگوں میں محمد بھائی جو خبر سنتے ہی پہلے ہی دن پہونچ گئے تھے۔ اور بابو بھائی مہتہ اور ان کے بیٹے منصور بھائی مہتہ نے آکر اطمینان حاصل کیا۔ ڈاکٹر سید قدرت اللہ صاحب میسوری باقوی سخت پریشانی کے عالم میں آئے ان کے پورے گھر نے بیماری کی خبر سنتے ہی روزے رکھ لئے تھے۔ اور جب صحت کی طرف سے اطمینان ہوا تو اہل خانہ نے افطار کیا۔ حیدرآباد کے لوگوں میں بہاء الدین صاحب، انجینئر غلام محمد صاحب اور مولوی سید راشد نسیم صاحب ندوی نے اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں نے لمبا سفر طے کیا اور باہر رہ رہے حیدرآبادیوں میں عثمان بھائی صاحب جدہ وقت پر پہونچ گئے۔ اور مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کی تعمیرات کے انچارج انجینئر

عبدالرشید صاحب کا فون پر برابر رابطہ قائم رہا۔ سید طارق حسن عسکری صاحب مقیم مدینہ طیبہ کا بھی فون کے ذریعہ رابطہ قائم رہا۔ مولانا ماجد میاں صاحب فرزند مولانا محمد میاں صاحب مرحوم، ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی، ڈاکٹر محسن عثمانی، ڈاکٹر سید ضیاء الحسن اور مولانا محمود الحسن ندوی وغیرہ دہلی سے آئے اور ..... منگلور کے ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب سے علاج کی تمام تفصیلات لے کر دیتے رہے، اور مشورے دیتے رہے۔ آخر ۱۸ اپریل کو خود تشریف لائے اور دو روز ٹھہر کر واپس ہوئے یہ ندوہ کی سرپرستی میں حضرت مدظلہ کے نام نامی سے موسوم ایک مقامی اسپتال لکھنؤ میں قائم کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔ اس خیال و پروگرام نے ان کے اندر اس وقت سے جنم لیا جب سے انھوں نے حضرت کی علالت کی خبر سنی، ڈاکٹر ناگ کے پاس امریکہ، کناڈا، اور دوسری جگہوں سے بھی صحیح کیفیت جاننے اور ان کو پورے طور سے متوجہ کرنے کے فون آتے رہے۔ انہی فون کرنے والوں میں ایک ڈاکٹر احمد مطیع صدیقی بھی ہیں جو آج کل امریکہ میں مقیم ہیں ان باتوں نے ڈاکٹر ناگ کو اور متوجہ کیا۔ اتفاق سے ان ایام علالت میں حضرت کی خصوصی دیکھ ریکھ رکھنے والے ان کے محب مخلص ڈاکٹر محسن شمسی صاحب جو ڈاکٹر ناگ صاحب کے کلاس فیلو ہیں، سچ پوچھئے تو ڈاکٹر شمسی صاحب نے وہ کیا جو ایک محب مخلص اور عاشق صادق ہی کر سکتا ہے۔

جس تعلق و محبت کا ثبوت اہل بھٹکل نے دیا۔ وہ قابل ستائش ہے۔ دور ترین علاقہ لیکن اس عرصہ میں دو تین وفد ان کے پہونچ گئے۔ ۵، ۶ افراد ایک ساتھ، ۴ افراد ایک ساتھ، ۱۶ افراد ایک ساتھ، گجرات سے بھی لوگ آئے۔ نیپال سے تعلق والے بھی آئے خصوصاً مولوی ایوب صاحب ندوی، مولوی حیدر علی صاحب وغیرہ بھٹکل کے لوگوں میں ڈاکٹر علی ملپا صاحب خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب، مولانا عبدالباری ندوی صاحب، قاضی فاروق صاحب، مولانا محمد الیاس صاحب مصنف سیرت سلطان ٹیپو شہید خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

یوں تو لوگ آتے جاتے رہے ہیں کتنے تو ایسے تھے جو صرف حال معلوم کر کے چلے گئے اور زیارت کا موقع ان کو مل ہی نہیں پایا بلاقات تو دور کی بات ہے۔ اس موقع پر ایسے ایسے تعلق و محبت والے ملنے سامنے آئے جن کا نہ نام سنا تھا۔ اور نہ جن کا تصور تھا۔ حیرت بھی ہوئی خوشی بھی کہ بریلوی حلقہ نے اور مسلکی اختلاف رکھنے والوں نے بھی ادھر توجہ کی اور لوگ ہاتھ دعاؤں کے لئے اٹھتے دیکھے گئے، اخبارات میں ان کی طرف سے دعاؤں کی اپیل بھی دیکھنے میں آئی۔

اللہ کے فضل سے حضرت مدظلہ کی طبیعت اتنی بہتر ہوگئی کہ قلم چلانے لگے اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے بمبئی اجلاس کے لئے خطبۂ صدارت بھی مرتب کیا۔ اور اب خط بھی املا کرانے لگے ہیں۔ پہلا خط علالت کے ٹھیک چالیس دن ہونے پر اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے بھائی مولانا عبدالجلیل صاحب مدظلہ کو سرگودھا پاکستان املا کرایا اور اللہ کے فضل و کرم سے اس کے دوسرے ہی دن وہ وقت بھی آیا کہ حضرت مدظلہ نے یوم عاشورا، کو ایک نکاح پڑھایا اور مختصر سی تقریر بھی فرمائی۔ جو صاف سمجھی اور سنی گئی، یہ نکاح دارالعلوم کے فضیلت کے ایک طالب علم مولوی مسعود عزیزی ندوی کا تھا۔ تقریب بڑی سادہ تھی۔ دیکھ کر ہر ایک کا دل خوش ہوگیا۔ لڑکی اور لڑکے کے باپ اور ان کے ساتھ ایک دو لوگ اور موجود تھے، باقی حضرت کے حاضر باش اور نوشہ میاں کے خاص متعلقین تھے، شو نمائش کی چیز بن منظر نہیں آئیں بعد میں جسے معلوم ہوا کہ حضرت مدظلہ نے نکاح پڑھایا۔ اور تقریر بھی فرمائی۔ مسرت و خوشی سے جھوم اٹھا، جناب عشرت علی صدیقی صاحب سابق ایڈیٹر "قومی آواز" لکھنؤ جو حضرت کے بڑے عاشق زار ہیں عرض کرنے لگے حضرت اب تو ہم مٹھائی کھائیں گے، اور حضرت نے ان کا منھ میٹھا کیا بھی بعد میں نوشہ میاں سے مخاطب ہو کر حضرت فرمانے لگے۔ نکاح تمہارا ہوا ہے اور مبارکباد یں ہمیں دی جا رہی ہیں

ایلوپیتھ دہومیوپیتھ علاج تو اول روز سے ہی پوری توجہ سے چل رہا ہے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی توجہ دلانے پر ان کے داماد اور حاذق طبیب حکیم کلیم اللہ صاحب صاحبزادۂ گرامی جناب حکیم افہام اللہ صاحب مرحوم نے بھی آکر حضرت کو دیکھا اور دوائیں تجویز کیں اور حضرت کی صحت کے سلسلہ میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ کی فکر و توجہ اور دعاؤں کے اہتمام کا ذکر کیا۔

یہ بات صحیح ہے کہ حضرت مدظلہ کے جسم کا دایاں حصہ خاصا متاثر ہوا تھا، جس کی وجہ سے بورے نظام پر اثر پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم رہا کہ ذکر و عبادت اور تلاوت کے معمول پر حضرت نے اپنے عمل بالعزیمت اور تعلق مع اللہ سے اثر نہیں ہونے دیا، آواز صاف نہ ہونے کی صورت میں ہونٹ اور زبان کو حرکت دے کر یہ معمول پورا فرماتے رہے۔ اور تلاوت کلام پاک دو وقت ان تمام ایام میں سنتے رہے۔ اور اس کا اثر لیتے رہے، جو

قریب بیٹھنے والے محسوس کرتے تھے۔ سنائے کی یہ سعادت برادران مولوی معاذ کاندھلوی کو اوروں کے مقابلہ میں زیادہ اور مولوی سعید احمد بن مولانا غزالی صاحب کو اور رائے بریلی تشریف لے جانے پر سید محمد شارق کو یہ سعادت حاصل ہوتی رہی، منزل، (حضرت شیخ کی مرتب کردہ) کا معمول بھی برابر دونوں ہی جگہ رہا۔ اس کے ساتھ دوسرے مریضوں کی فکر دیگر حقوق کا خیال ..... خصوصاً صلہ رحمی، شفقت علی الخلق، اکرام ضیف اور اس کی فکر کہ کسی کو ان کی ذات سے تکلیف نہ پہونچنے پائے، شکر و احسان شناسی اور صبر کی بھی اچھی مثال سامنے آئی، صحت کی بہتری پر اس کا بھی اظہار فرماتے رہے کہ ہم ٹھیک ہوگئے تو ہم کو نئی زندگی ملے گی اس کا شکرانہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی بات کو صاف صاف لوگوں تک پہونچائیں گے۔ اس کا موقع مصر میں ملتا ہے تو وہاں اور جہاں بھی اللہ یہ موقع دے گا، دین کی بات کہوں گا۔

خدمت کے لئے اور ضرورت پڑنے پر ضرورت پوری کرانے کے لئے ہر ایک پیش پیش تھا۔ لیکن اس کے لئے جنھیں اللہ نے قبول کیا انھوں نے خدمت کا حق ادا کیا، اللہ انھیں بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے۔ خواہ ڈاکٹر شمسی صاحب ہوں یا گرین کراس کے ملازم راشد حضرت کے خادم خاص ہوں یا بھائی عبدالمعید پرتاپ گڈھی، ..... بھائی ذکاء اللہ خاں اندوری ..... نے تو باوجود کبرسنی کے جوانوں کو مات دی اور دوسروں نے ان کے جذبات کا لحاظ بھی کیا۔

مرض ابھی باقی ہے، عیادت کے لئے آنے والوں کا سلسلہ لگا ہے۔ عوام ہوں یا خواص وقت نکال نکال کر پہونچ رہے ہیں، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری نے اپنی معذوریوں اور تکلیفوں کے باوجود مدرسہ میں اجتماعی دعا کرائی اور اس کے لئے اہتمام کی تاکید کی بعد میں وہ اتنے بیمار ہوئے کہ بنارس لے جائے گئے، مگر حضرت کی طرف سے برابر متفکر رہے اور اپنے صاحبزادے مولانا عبدالعظیم صاحب ندوی کو بھیجا، افسوس کہ دو تین روز زرہ کر جب وہ یہاں سے اپنے والد ماجد کی خدمت میں گئے تو وہ ان کا وقت آخر تھا۔ آخر سانحہ عظیم کی یہاں خبر پہونچی حضرت مدظلہ نے بڑے تاثر سے یہ خبر سنی، اور تدفین میں شرکت کے لئے پورا ایک وفد بھیجا، یہاں بھی اس حادثہ سے متاثر ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند حج کے سفر پر تھے واپسی پر بیمار ہو گئے تھے۔ اس لئے فوراً نہ آسکے، جب آئے تو حضرت مولانا مدظلہ کو ان کی آمد سے بڑی مسرت ہوئی۔ اور ان کی آمد کو اپنے لئے باعث عزت و تقویت محسوس کیا۔ اور دیر تک تعلق کا اظہار فرماتے رہے اتفاق سے اسی روز دارالعلوم ندوہ کے استاذ حدیث و وکیل کلیۃ الشریعہ مولانا سید سلمان حسینی ندوی صاحب الہ آبادی بذریعہ کار آتے ہوئے ایک حادثہ میں زخمی ہوگئے تھے۔ ان کی عیادت کو بھی مولانا مدفی گئے۔ اس حادثہ کا بھی حضرت مدظلہ اور اہل ندوہ پر بڑا اثر پڑا لیکن اللہ نے بڑا فضل فرمایا۔ اور ایک بڑا حادثہ چھوٹے حادثہ میں بدل گیا، شفاہ اللہ تعالیٰ و عافاہ۔ اور بھی مہمان آتے رہے، لندن سے کچھ لوگ آئے، اور ان کا ایک وفد آیا، بھوپال کے حضرات دو تین بار آئے جس میں دارالعلوم تاج المساجد کے ذمہ دار حضرات بھی تھے۔ رائے پور، سہارنپور اور مرکز نظام الدین دہلی کے اہم حضرات تشریف لائے جن میں شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب، مولانا احمد لاٹ صاحب ندوی اور مولانا محمد ابراہیم صاحب قابل ذکر ہیں۔ ابھی تک عیادت و مزاج پرسی کا سلسلہ جاری ہے، دوسری طرف حضرت مدظلہ کے لئے ان کی علمی خدمات کے اعتراف میں لندن کے آکسفورڈ اسلامک سنٹر کی طرف سے سلطان برونائی ایوارڈ کے اعلان سے مبارکبادی کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ سبھی حضرات کو جزائے خیر دے اور حضرت مدظلہ العالی کو صحت کامل و شفائے عاجل عطا فرمائے جن کے زیر سایہ اس وقت پوری امت ہے۔ آمین۔

Mita Canon
Photocopy Machines
* High speed machine for large volume of work
* Zoom facility * Low copy cost
تمام ماڈلوں میں دستیاب:
:- رابطہ قائم کریں :-
آر یو خان "فاسٹ پرنٹ شاپ" ۳۔ ودھان سبھا مارگ حضرت گنج لکھنؤ (یوپی)
فون: ۰۵۲۲-۲۲۰۳۷۳
فیکس: ۰۵۲۲-۲۳۸۵۰۶
Ph. 0522-220373
Fax : 0522-238506

سوال و جواب

مطیع الرحمٰن عون ندوی

س:۔ عورتیں ناک اور کان میں زیور پہنتی ہیں کیا یہ جائز ہے؟

ج:۔ عورتوں کے لئے ناک کان وغیرہ میں زیور پہننا جائز ہے۔

س:۔ اگر کوئی مسلمان قطع تعلق کرلے اور کوئی وجہ شرعی بھی نہ ہو تو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہئے، اگر وہ سلام کا جواب نہ دے ادبیات بھی نہ کرے تو دوسرے شخص کی کیا ذمہ داری ہے، قطع تعلق کرنے والے کی سزا اور میل کرنے والے کی جزا کیا ہے؟

ج:۔ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنا جائز نہیں ہے، قطع تعلق کرنے والے کو جہنم کا مستحق، اللہ کی رحمت سے دور قرار دیا گیا ہے۔ عن جبیر بن مطعم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل الجنۃ قاطع (مشکوٰۃ ص۴۱۹)

وعن عبد اللہ بن أبی أوفی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاتنزل الرحمۃ علی قوم فیھم قاطع رحم (مشکوٰۃ ص۴۱۹)

میل ملاپ یا بات چیت میں پہل کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق اور حسن معاشرت کے اعتبار سے بہترین آدمی قرار دیا ہے۔

ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ سلام کے لئے پہل کرے، جس نے سلام کرلیا وہ سبکدوش ہو گیا، اور جو سلام نہ کرے یا اس کا جواب نہ دے اس کا شمار قطع تعلق کرنے والوں میں ہوگا، جس کے بارے میں اوپر لکھا جاچکا۔

س:۔ نماز کے قبل جو وقت ہوتا ہے اس میں لوگ تلاوت کیا کرتے ہیں، بعض مرتبہ زیادہ وقت باقی رہتا ہے لیکن ہمارے محلہ کی مسجد آبادی کے حساب سے چھوٹی ہے اس لئے جلد بھر جاتی ہے، اب صرف پہلی صف والے ہی تلاوت کر پاتے ہیں، اس کے بعد والے اس لئے نہیں کر پاتے کہ لوگ کہتے ہیں کہ بیٹھا ہوگا، جو جائز نہیں ہے کیا یہ درست ہے؟

ج:۔ قرآن مجید کا احترام واجب ہے، عموماً عرف میں قرآن مجید کسی کے پیچھے پڑھنے یا رکھنے کو بے حرمتی سمجھا جاتا ہے، اس لئے ایسے عمل سے بچنا چاہئے جو بے حرمتی میں شمار ہو، تاہم ضرورت اور مجبوری کے وقت اس طرح سے بیٹھا ہوتے ہوئے قرآن مجید پڑھ لینے سے اس کی ناقدری یا بے حرمتی مقصود نہیں ہوتی ہے، محض مجبوراً ایسا کیا جاتا ہے، چنانچہ ضرورت کے وقت قرآن مجید کو حفاظت و نگہداشت کے لئے سفر میں اگر سر کے نیچے بھی رکھ لے تو گنجائش ہے، دیکھئے (فتاوی عزیزیہ ۲۲۳/۲)

س:۔ عموماً درزی لوگ کپڑا سلنے کے لئے جو کپڑا لیتے ہیں اگر کپڑا بچ جاتا ہے تو بچے ہوئے کپڑے کو واپس نہیں کرتے اور اس کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں، تو کیا یہ درست ہے؟

ج:۔ جو کپڑا بچ جائے وہ مالک کا ہے درزی کا نہیں ہے، اس کو واپس کر دینا لازم ہے، اس کو خود استعمال کرنا یا کسی غریب کو دینا جائز نہیں، ورنہ خیانت کا گناہ ہوگا۔

س:۔ ایک کمرے میں بہت سے لوگ تلاوت میں مشغول ہوں اور ایک طرف بیٹھنے کے لئے مخصوص کرسیاں ہوں اور لوگ نیچے فرش پر بیٹھ کر تلاوت کر رہے ہوں ایسی صورت میں کسی شخص کا ان کرسیوں پر بیٹھنا جو بلا حد فاصل رکھی ہوتی ہیں درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں جبکہ قرآن کی تلاوت نیچے ہو رہی ہو اور چند لوگ وہیں کرسیوں پر ہوں تو اس طرح کرسیوں پر بیٹھنا عظمت و حرمت کے خلاف عمل ہے جو شرعاً درست نہیں ہے۔

س:۔ اگر کوئی شخص حج کے لئے گیا اور حج میں صرف ہونے والی رقم میں نصف حلال ہے اور نصف حرام ہے تو کیا اس کا حج صحیح ہوگا؟

ج:۔ جہاں تک حج کی ادائیگی کا تعلق ہے تو حج ادا ہو جائے گا لیکن حج مقبول نہ ہونے کی وجہ سے ثواب سے محروم رہے گا۔ دیکھئے (ردالمحتار ۴۵۶/۲)

بقیہ: درس حدیث

کو دیکھنے لگے کہ ایک ہی کام کے لئے آپ ایک شخص کو منع فرما رہے ہیں اور ایک کو اجازت دے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم لوگوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کو کچھ گیا، بوڑھا بوسہ کے بعد اپنے اوپر قابو رکھ سکتا اور جوان نہیں رکھ سکتا، جوان کا بوسہ جماع پر مجبور کر دے گا اور اس کا روزہ جاتا رہے گا اور بوڑھے کے لئے اس کا خطرہ نہیں۔ چونکہ دونوں سوال کرنے والوں کے حالات الگ الگ تھے اس لئے جواب بھی اسی مناسبت سے دیا گیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ مخاطب کے حال کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

• • • • •

ناپ تول میں کمی زیادتی کی حرمت کا دائرہ بہت وسیع ہے

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

چیزوں کے لین دین میں ناپ تول میں کمی زیادتی کو قرآن نے شدید حرام قرار دیا ہے، اور اس کے خلاف کرنے والوں کے لئے سورہ مطففین میں سخت وعید آئی ہے۔

مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو تجارت میں ناپ تول کا کام کرتے ہیں خطاب کرکے ارشاد فرمایا کہ ناپ اور تول یہ وہ کام ہیں جن میں بے انصافی کرنے کی غرض سے تم سے پہلے کئی امتیں عذاب الٰہی کے ذریعہ تباہ ہو چکی ہیں (تم اس میں پوری احتیاط سے کام لو)۔ (تفسیر ابن کثیر)

> **افسروں، ملازموں، مزدوروں کا اپنی مقررہ ڈیوٹی اور خدمت میں کوتاہی کرنا بھی ناپ تول میں کمی کرنے کے حکم میں ہے۔**

یاد رہے کہ ناپ تول کی کمی جس کو قرآن میں تطفیف کہا گیا ہے صرف ڈنڈی مارنے اور کم ناپنے کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ کسی کے ذمہ دوسرے کا جو حق ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف میں داخل ہے جیسا کہ مؤطا امام مالکؒ میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو نماز کے ارکان میں کمی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تو نے تطفیف کر دی یعنی جو حق واجب تھا وہ ادا نہیں کیا، اس کو نقل کرکے امام مالکؒ فرماتے ہیں، لِكُلِّ شَيْءٍ وَفَاءٌ وَتَطْفِيفٌ، یعنی حق کا پورا دینا اور کمی کرنا ہر چیز میں ہوتا ہے، صرف ناپ تول میں ہی نہیں۔

اس کے بعد فرمایا لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا یعنی ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا حکم نہیں دیتے۔ بعض روایات حدیث میں اس کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے حد اختیار تک ناپ تول کا پورا پورا حق ادا کرے تو اگر اس کے باوجود غیر اختیاری طور پر کوئی معمولی کمی بیشی ہو جائے تو وہ معاف ہے، کیونکہ وہ اس کی قدرت و اختیار سے خارج ہے۔

اور تفسیر مظہری میں ہے کہ اس جملہ کا اضافہ کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ ادائے حق کے وقت احتیاط اس میں ہے کہ کچھ زیادہ دے دیا جائے تاکہ کمی کا شبہ نہ رہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے ہی موقع پر وزن کرنے والے کو حکم دیا کہ "زِنْ وَارْجَحْ" یعنی تولو اور جھکتا ہوا تولو (احمد ابوداؤد ترمذی، بروایت سوید بن قیسؓ)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہی تھی کہ جس کسی کا کوئی حق آپ کے ذمہ ہوتا، تو اس کے ادا کرنے کے وقت اس کے حق سے زائد ادا فرمانے کو پسند فرماتے تھے، اور بخاری کی ایک حدیث میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو بیچنے کے وقت بھی نرم ہو کہ حق سے زیادہ دے اور خریدنے کے وقت بھی نرم ہو کہ حق سے زیادہ نہ لے، بلکہ کچھ معمولی کمی بھی ہو تو راضی ہو جائے۔"

مگر یہ حکم اخلاقی ہے کہ دینے میں زیادہ دے اور لینے میں کم بھی ہو تو جھگڑا نہ کرے، قانونی چیز نہیں کہ آدمی ایسا کرنے پر مجبور ہو، اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے قرآن میں یہ ارشاد فرمایا کہ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ چیز کا حکم نہیں دیتے، یعنی دوسرے کو اس کے حق سے زیادہ ادا کرنا اور اپنے حق میں کمی پر راضی ہو جانا کوئی جبری حکم نہیں، کیونکہ عام لوگوں کو ایسا کرنا آسان نہیں۔ (معارف القرآن تفسیر سورۂ انعام)

حمد

نثار سمریانوی

نظر کے سامنے تاروں کا منظر
بچھایا کس نے ان کو آسماں پر
ندبر کی نظر ڈالو جو ان پر
تو کھل جائے گا یہ عقدہ سراسر
تصرف کا ہے حق حاصل اسی کو
جو کچھ زیر زمیں ہے یا فلک پر
اسی کی ملکیت میں بحر و بر ہیں
ازل سے تا ابد ہے ذات اطہر
زباں سے کہہ رہا ہے ذرہ ذرہ
ہے اس کی ذات اعلیٰ اور برتر
کتاب زندگی اس نے دیا ہے
ہدایت کے لئے بھیجا پیمبر
نثارؔ اس چند روزہ زندگی میں
ملے جو کچھ قناعت کر اسی پر